بھیانک چال

ایچ اقبال

حال کو ماضی اور مستقبل سے جدا نہیں کیا جا سکتا... کچھ لوگ مستقبل پر نظر رکھتے ہیں... اور کچھ ماضی کی طرف دیکھتے رہتے ہیں... مستقبل پر نظر رکھنے والے اچھے زمانے کی آمد کے منتظر رہتے ہیں... جبکہ انسان دونوں سے متعلق ہوتا ہے... ایسا نہیں ہے کہ آدمی صرف مستقبل سے وابستہ ہو اور ماضی سے بالکل کٹ جائے... زمانۂ حال میں رہتے ہوئے بھی گزرے ہوئے وقت اور آنے والے دنوں سے سودے بازی چلتی رہتی ہے... ایک ایسی ہی عورت کے گرد گھومتی کہانی... جو ماضی میں کی گئی غلطیوں کا کفارہ چاہتی تھی ... اور مستقبل کا نقیب تیار کرنے میں ہر داؤ کھیلنے کو تیار تھی...

روشن جگمگاتے شہر میں بڑھتی تاریکیوں کا احاطہ کرتی ایک دلچسپ و پُراسرار تحریر...

نرگس زماں نے سگریٹ سلگا کر پہلا کش لیا ہی تھا کہ اس کے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے موبائل اٹھایا۔

کال امان کے اسکول کی پرنسپل کی تھی۔ ''مسز زماں! آج پھر آپ کا بیٹا اسکول کے دو لڑکوں سے لڑ پڑا تھا۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''ان دونوں لڑکوں کو زیادہ چوٹیں لگی ہیں لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ صورتِ حال کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ ڈاکٹر کو بلا کر ان کی ڈریسنگ کروادی ہے۔ میں پہلے آپ ہی کو اطلاع دینا چاہتی تھی لیکن آپ کا موبائل...''

''ہاں۔'' نرگس نے بات کاٹی۔ ''میں کسی سے بات کر رہی تھی۔''

دوسری طرف سے پرنسپل بولی۔ ''آپ سے بات نہیں ہو سکی تو میں نے ان دونوں لڑکوں کے گھر والوں کو فون کیا۔ میں چاہتی تھی کہ معاملہ رفع دفع ہو جائے اس لیے میں نے ان سے یہی کہا کہ غلطی سب لڑکوں کی تھی لیکن آپ کو بتا رہی ہوں کہ غلطی امان کی تھی۔''

''ہوا کیا تھا؟'' نرگس نے سکون سے پوچھا۔

''آئس کریم کا دھبّا لگ گیا تھا امان کی قمیص پر... ان دونوں لڑکوں نے اس پر کچھ کہہ دیا۔ اسی پر لڑائی ہوئی۔''

''ابھی تو آپ نے کہا تھا کہ غلطی امان کی تھی اور اب آپ کہہ رہی

ہیں کہ اس پر فقرہ کسا گیا تھا۔"

"اسکول کے بچوں میں ایسی فقرے بازیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مار پیٹ بھی ہو۔ مار پیٹ کی شروعات امان نے ہی کی تھی۔" پرنسپل بولی۔ "لڑائی جھگڑا کرنا اس کی عادت ہے۔ چھ ماہ میں یہ تیسرا موقع ہے۔ اسی لیے میں امان کو ذمے دار قرار دے رہی ہوں۔"

"اطلاع کا شکریہ۔" نرگس نے کہا۔ وہ موبائل بند کرنا چاہتی تھی۔

"سنیے۔" پرنسپل تیزی سے بولی۔ "میں نے صرف اطلاع دینے کے لیے فون نہیں کیا آپ کو۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ امان کو سمجھائیں۔ وہ بہت غصہ ور ہے۔ معاف کیجیے گا۔ میرا خیال ہے کہ اسے پچھلے اسکول سے اسی لیے نکالا گیا ہوگا۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر اب اس نے ایسی ویسی کوئی حرکت کی تو میں اسے فوری طور پر اپنے اسکول سے الگ کر دوں گی۔"

"اس دوسری اطلاع کا بھی شکریہ۔" نرگس نے خشک لہجے میں کہا اور رابطہ منقطع کر کے سگریٹ کا ایک گہرا کش لیا۔

ساڑی میں ملبوس وہ ایک آراستہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی ... اس کی عمر تیس سال کے لگ بھگ تھی۔ نقوش دل آویز اور متناسب جسم کسا ہوا تھا۔ اسے دیکھنے والے بمشکل ہی کہہ سکتے تھے کہ وہ بارہ سال کے ایک بیٹے کی ماں ہوگی۔

سگریٹ کے کش لیتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور دماغ میں یہ خیال گردش کر رہا تھا کہ امان کو دی ہوئی اس کی تربیت رائگاں نہیں جا رہی۔ اس نے امان کو جیسا بنانا چاہا تھا، وہ ویسا ہی بنتا جا رہا تھا اور اب جبکہ اس کی عمر بارہ سال کے قریب ہو چکی تھی، اسے کسی ایسی ڈگر پر ڈال دینا چاہیے تھا کہ وہ اس راستے پر تیزی سے آگے بڑھے۔

ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا اور امان تیزی سے اندر آیا۔

"ہائے مام!"

"ہیلو بیٹا۔"

امان نے قریب آ کر اپنا بستہ ایک طرف اچھال دیا اور دھم سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "چائے مام۔"

"کہہ دیا ہے ملازمہ سے کہ جیسے ہی تم آؤ، وہ چائے لے آئے۔ یہ پیشانی پر پلاسٹر کیوں لگا ہے؟"

"دو لڑکوں کی ٹھکائی کی تھی۔" امان نے ہنس کر کہا۔ "ذرا سی چوٹ مجھے بھی لگ گئی۔"

"لڑائی اس دھبے کی وجہ سے ہوئی تھی؟" نرگس زماں نے اس کی قمیص کی طرف اشارہ کیا۔

امان حیرت سے بولا۔ "آپ کو کیسے معلوم؟"

"پہلے تم مجھے پورا قصہ بتاؤ۔"

"آئس کریم کا دھبا لگ گیا تھا مام! کلاس سے نکلتے وقت وہ دونوں یہ دھبا دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میں ان پر بگڑا تو کہنے لگے کہ گھر جاؤ گے تو تمہاری ممی کہیں گی، داغ تو اچھے ہوتے ہیں۔ اس پر مجھے غصہ آ گیا۔"

نرگس ہنس پڑی۔ "وہ اشتہار یاد آ گیا ہوگا تمہیں جو ٹی وی پر آتا رہتا ہے۔"

"ہاں مام!" امان نے جواب دیا۔ "وہ تو ایک ٹیچر آ گئی بیچ میں ورنہ تو خوب ٹھکائی لگاتا ان کی... لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"تمہاری پرنسپل کا فون آیا تھا۔ شکایت کر رہی تھی وہ تمہاری۔"

امان ہنسا۔ "کسی دن اس موٹی کے ساتھ بھی کوئی ایکٹیوٹی کرنا پڑے گی۔ کل آپ مجھے اپنا پستول دے دیجیے گا ذرا۔ ڈراؤں گا اسے۔"

نرگس ہنسی۔ "حوالات جاؤ گے اور اپنے پستول کی وجہ سے میں بھی پھنسوں گی۔"

"خالی پستول دیجیے گا، گولیاں نکال کر۔" امان نے اتنی سادگی سے کہا جیسے خالی پستول رکھنا کوئی خاص بات نہ ہو۔

"بالکل اپنے ماموں پر گئے ہو تم۔"

"کہاں ہیں وہ؟" امان نے پوچھا۔ "آپ بات تو کرتی رہتی ہیں ان کی، کبھی دیکھا نہیں انہیں۔ وہ آپ سے ملنے کیوں نہیں آتے؟... اور نہیں آتے تو آپ ہی لے چلیں مجھے ان کے پاس۔"

"لے چلوں گی کسی دن۔ پستول چلانا بھی سکھا دیں گے وہ تمہیں۔"

"سچ؟" امان کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

نرگس نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

اسی وقت ملازمہ چائے کی ٹرے لے کر آ گئی۔ وہ اس نے ان کے سامنے تپائی پر رکھ دی۔ ایک پلیٹ میں بسکٹ بھی تھے۔ امان نے پلیٹ پر نظر ڈالی اور بگڑے ہوئے انداز میں ملازمہ کی طرف دیکھا۔

"چاکلیٹ بسکٹ کہاں ہیں؟" وہ اس طرح بولا جیسے غرایا ہو۔

"ختم ہو گئے ہیں چھوٹے صاحب! شرفو کو بتا دیا تھا

میں نے۔" ملازمہ نے ملازم کا نام لیا۔ "وہ سارا سودا لایا، بس بسکٹ بھول گیا۔"

"مرغا بنانا پڑے گا کیا اسے؟" امان نے آنکھیں نکالیں۔ "بلاؤ اسے۔"

"اب جانے دو امان۔" نرگس بول پڑی۔ "بھول گیا ہوگا بے چارہ۔" ساتھ ہی اس نے ملازمہ کو جانے کا اشارہ بھی کیا۔

امان بولا۔ "ابھی مرغا بناؤں گا، دو ہاتھ ماروں گا تو پھر کبھی نہیں بھولے گا۔ آپ کہتی ہیں نا، اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیے۔"

نرگس پھر ہنسی۔ "اینٹ کب ماری ہے اس نے تمہیں؟"

"چاکلیٹ بسکٹ جو نہیں لایا۔"

"اس کی سزا اسے پھر کبھی دے لینا۔ آج چاکلیٹ بسکٹ کے بغیر ہی لو چائے۔"

چودہ سال کے ملازم شرفو کو اکثر امان سے مار کھانا پڑتی تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر امان آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔ اسے نرگس نے تربیت ہی ایسی دی تھی۔ امان کو اچھی تعلیم دلانے کا بھی بندوبست نہیں کیا تھا۔ بس گلی در گلی کھلے ہوئے نام نہاد انگریزی اسکولوں میں سے ایک میں داخل کرا دیا تھا جہاں تعلیم کے نام پر بس کمائی کی جاتی تھی۔ نہ انگریزی سکھائی جاتی تھی، نہ اردو... متوسط درجے کے احمق والدین ہنس کی چال چلنے کی خواہش میں اپنی بھی بھول جاتے تھے۔

لیکن نرگس کا تعلق متوسط طبقے سے نہیں تھا۔ وہ امان کو شہر کے کسی بھی بہترین اسکول میں داخل کرا سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے اس منصوبے پر عمل پیرا تھی جو اس نے بارہ سال پہلے بنایا تھا۔

چائے پینے کے بعد اس نے امان سے کہا۔ "اب جا کر فلم دیکھو۔ بہت اچھی فلم لائی ہوں تمہارے لیے۔"

"کہاں ہے؟" امان نے اشتیاق سے پوچھا۔

"تمہارے کمرے میں۔" نرگس نے جواب دیا۔ "ڈی وی ڈی پلیئر میں لگا دی ہے۔"

"کس کی فلم ہے؟"

نرگس نے انگریزی کی ایکشن فلموں کے ایک ہیرو کا نام بتایا۔

"واہ... مزہ آ جائے گا۔" امان اچھل کر صوفے سے

نظم

ایک گھر میں قیامت خیز ہنگامہ برپا تھا۔ گھر کے تمام بچے آپس میں خوب لڑ جھگڑ رہے تھے اور شور سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔ بچوں کی ماں کچھ دیر تو ان کی ہلڑ بازی اور بے ہودگی کو برداشت کرتی رہی جب کچھ بن نہ پڑا تو تنگ آ کر بولی۔ "ارے کم بختو! تمہیں لڑنے کے سوا بھی کچھ آتا ہے؟"

ماں کی یہ بات سن کر ایک بچہ بڑی معصومیت سے بولا۔ "جی امی جان مجھے ایک نظم آتی ہے۔"

کھڑا ہو گیا۔ "وہ تو ایسی فائرنگ کرتا ہے کہ بس... ڈھشنگ... ڈھشنگ۔" امان نے ایسا ایکشن بنایا جیسے خالی ہاتھوں سے ہی گولیاں برسا رہا ہو پھر وہ اندرونی دروازے کی طرف دوڑ گیا۔

نرگس نے چائے پینے سے پہلے سگریٹ ختم کر لی تھی۔ چائے ختم کر کے اس نے دوسرا سگریٹ سلگایا۔ اب اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

☆☆☆

ایس پی دانیال کا جب لاہور سے کراچی تبادلہ کیا گیا تو اسے یہ سوچنے کی ضرورت نہیں تھی کہ اس کا تبادلہ کیوں کیا گیا تھا۔ وہ چند ذہین اور نڈر پولیس افسران میں سے ایک تھا۔ اس نے تعلیم تو جرنلزم کی حاصل کی تھی لیکن پھر اچانک اس کا دماغ بدلا اور اس نے جرنلزم میں قدم رکھنے کے بجائے محکمۂ پولیس کا رخ کیا۔ ٹریننگ کے بعد وہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر بنا تھا۔ اس کی ذہانت اور دلیری اسے تیزی سے بھی ترقی دلوا سکتی تھی لیکن "ایماندارانہ فرض شناسی" اس کے آڑے آتی رہی۔ پھر بھی بارہ سال میں وہ ایس پی بن ہی گیا اور فوری طور پر اس کا تبادلہ بھی ہوا۔

کراچی کی حالت ان دنوں بہت خراب تھی۔ لاء اینڈ آرڈر کا جیسے وجود ہی ختم ہو گیا تھا۔ ٹارگٹ کلنگ، بھتا خوری اور دہشت گردی کے جرثومے گلی در گلی پھیل چکے تھے۔

انہی حالات کی وجہ سے اعلیٰ سطحی اجلاس ہوتے رہتے تھے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے اور ایجنسیاں نت نئے طریقہ کار وضع کرتی رہتی تھیں۔ یہی وجہ اس میٹنگ کی تھی جو اس وقت پولیس ہیڈ کوارٹر میں ہو رہی تھی۔

دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑی اسکرین روشن تھی جس پر سارے شہر کا نقشہ دکھائی دے رہا تھا۔ ڈی آئی جی اسکرین کے قریب کھڑا مختلف علاقوں کی نشان دہی کرتے ہوئے ان علاقوں کے بارے میں بریفنگ بھی دے رہا تھا جس میں یہ بات خاص طور سے شامل تھی کہ مختلف خفیہ ایجنسیوں نے ان علاقوں کے بارے میں کیا رپورٹس دی تھیں۔

خاصی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہنے کے بعد اسکرین دھندلانے کے بعد روشن ہوئی تو شہر کے صرف چوتھائی حصے کا نقشہ پوری اسکرین پر پھیل گیا۔

ڈی آئی جی بولا۔ ”ابھی آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ نئے لائحہ عمل کے مطابق شہر کے چار زون بنائے گئے ہیں۔“

یکے بعد دیگرے باقی زون بھی اسکرین پر آئے اور ڈی آئی جی بولتا رہا۔ کبھی کوئی آفیسر کسی بارے میں دو ایک سوال بھی کر لیتا تھا۔

اس کے بعد بی زون کے صرف ایک علاقے کا نقشہ اسکرین پر نمایاں ہوا۔ اس میں چھوٹی چھوٹی گلیاں بھی واضح طور پر دکھائی گئی تھیں۔

”ایس پی دانیال!“ ڈی آئی جی بولا۔ ”یہ نقشہ خصوصاً آپ کے لیے ہے۔ یہ ہمارے شہر کا وہ علاقہ ہے جس پر آپ کو خصوصی توجہ دینی ہے۔ اس علاقے کو دو نام دیے گئے ہیں۔ شرقی اور غربی۔ ان دونوں حصوں میں جرائم پیشہ افراد کے دو مختلف گروپس کی عمل داری ہے۔ اکثر ان دونوں میں سنگین تصادم ہوتا رہتا ہے۔ ہر گروپ چاہتا ہے کہ دوسرے کو اس علاقے سے نکال دے۔ ہماری ذمے داری یہ ہے کہ ان دونوں ہی گروپس کو ختم کیا جائے اور اس سارے علاقے میں رہنے والے لوگوں کو سکون کا سانس لینا نصیب ہو۔ شرقی علاقے کا سربراہ بلائنڈ ماسٹر ہے اور غربی علاقے کا سربراہ کالا سانپ ہے۔ یہ ان دونوں کے اصل نام نہیں ہیں مگر ان کے گروپس بلائنڈ ماسٹر گروپ اور کالا سانپ گروپ کہلاتے ہیں۔ ان کے اصل نام تحریری رپورٹ میں ہیں۔“

”سر!“ دانیال بول پڑا۔ ”مجھے اس نقشے کے پرنٹ آؤٹ تو ظاہر ہے کہ مل جائیں گے۔“

”بالکل۔“ ڈی آئی جی نے کہا۔ ”اس علاقے کے بارے میں تحریری رپورٹ بھی ہے۔ گزشتہ ہفتے اس علاقے کے ہر داخلی راستے پر خفیہ کیمرے بھی لگا دیے گئے ہیں۔ اس علاقے میں داخل ہونے والا یا وہاں سے باہر آنے والا بلی کا بچہ بھی ان کیمروں کی زد سے نہیں نکل سکتا۔“

ڈی آئی جی کی تقریر جاری رہی۔ اسکرین پر شہر کے نقشے تبدیل ہوتے رہے۔ یہ اجلاس کیونکہ خاصا طویل تھا اس لیے بیچ میں دو مرتبہ چائے کے دور بھی چلے۔ آخر یہ سلسلہ ختم ہوا۔

دانیال جب پولیس ہیڈ کوارٹر سے روانہ ہوا تو اس کے پاس ایک فائل میں، شرقی اور غربی علاقے کے مختلف النوع نقشے موجود تھے جن کے پرنٹ اس نے اپنی مرضی سے اپنے سامنے نکلوائے تھے۔

تبادلے کے باعث اس کے قیام کا بندوبست پولیس لائن میں کیا گیا تھا لیکن اس نے اپنے چھوٹے بھائی شرجیل کے گھر میں قیام کو ترجیح دی تھی جو دو سال قبل کراچی آ چکا تھا۔ لاہور میں دانیال کے ساتھ اس کے بڑے بھائی اور بھاوج تھے اس لیے والدہ نے شرجیل کے ساتھ کراچی آ جانا ضروری سمجھا تھا۔ اب وہ اس بات سے خوش تھیں کہ دو بیٹے ان کے ساتھ ہو گئے۔ وہ کبھی کبھی دانیال پر خفا ہوتیں کہ اس نے چھتیس سال کا ہو جانے کے باوجود شادی نہیں کی تھی۔ دو سال بڑے بھائی کی اولادیں بھی نوجوانی کی حد میں داخل ہو رہی تھیں۔

شرجیل کی عمر اب چھبیس سال تھی۔ شادی ابھی اس کی بھی نہیں ہوئی تھی۔ ملازمت حاصل کرنے کے بعد اس کی خواہش بس یہ تھی کہ تھوڑی سی ترقی ہو جائے تو شادی بھی کر لے گا۔

دانیال نے پولیس لائن میں قیام سے گریز کے ساتھ فی الحال سرکاری کار بھی نہیں لی تھی۔ ممکنہ مدت تک وہ خود کو پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا کہ وہ وہاں کس علاقے کا سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوا ہے۔ اس نے لاہور سے کراچی کے لیے اپنی ذاتی کار بھی بک کروا دی تھی جو اس کے کراچی پہنچنے سے ایک دن پہلے ہی یہاں آ گئی تھی۔ خود کو پولیس سے لاتعلق ظاہر کرنے کے لیے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ پولیس کی وردی بھی نہیں پہنے گا اور اپنے گھر پر جو دراصل اس کے بھائی شرجیل کا گھر تھا، پولیس گارڈز بھی نہیں رکھے گا۔ اسے ڈرائیور کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ وہ کئی مرتبہ کراچی آ چکا تھا اور اچھی طرح گھوم پھر چکا تھا۔

جب اس کی کار اپنے بھائی کے گھر کے قریب پہنچی تو اسے رفتار بہت کم کرنا پڑی کیونکہ اپنی بائیں جانب کی رو کے ایک بنگلے پر لگی ہوئی نیم پلیٹ دیکھ کر چونک گیا۔

”نرگس زماں۔“

وہ صرف ”نرگس“ کے نام پر چونکا تھا لیکن جس نرگس

کو وہ جانتا تھا، اس کے نام کے ساتھ ”ارشد“ ہونا چاہیے تھا۔ اس کے خیال کے مطابق اس کی شادی ارشد سے ہوئی تھی، یہ نرگس زماں کوئی اور ہوگی۔

ان خیالات کے باوجود کچھ یادیں دانیال کے دماغ میں چکرا گئیں۔ وہ اس وقت چونکا جب کار ایک موڑ کے قریب پہنچ گئی۔ شرجیل کا گھر اس موڑ سے پہلے تھا۔

دانیال نے کار روک کر آئینے میں اپنے عقب کا جائزہ لیا۔ راستہ صاف دیکھ کر اس نے ”یوٹرن“ لیا۔ پھر جب اس نے شرجیل کے بنگلے کے سامنے کار روکی تو غیر ارادی طور پر اس کی نظر نرگس کے بنگلے کی طرف گئی۔

ہارن کی آواز سن کر چوکیدار نے پھاٹک کھولا۔ دانیال کار اندر لے گیا۔

☆☆☆

صبح کے دس بجے تھے جب نرگس کی کار متاثرہ شرقی علاقے میں داخل ہوئی۔ سڑک کے دائیں بائیں مختلف چیزوں کی چھوٹی بڑی دکانیں تھیں جہاں لوگ خریداری میں مصروف تھے۔

ان لوگوں نے چونک کر کار کی طرف دیکھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس طرف لگ بھگ دو میل تک لوئر مڈل کلاس کے لوگ رہتے تھے جن میں سے بہت کم کے پاس صرف موٹر سائیکلیں تھیں۔ کار رکھنے کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

دو میل بعد نرگس کی کار نے ایک موڑ لیا۔ موڑ لینے کے بعد وہ مشکل سے دو تین فرلانگ کا فاصلہ طے کر سکی تھی کہ عقب سے دو تیز رفتار موٹر سائیکلیں آگے نکلیں اور نرگس کی کار کے آگے آ کر اپنی رفتار تیزی سے کم کرنے لگیں۔ نرگس اگر تیزی سے بریک نہ لگاتی تو موٹر سائیکلوں سے تصادم یقینی تھا۔

موٹر سائیکلوں کے ساتھ کار بھی رکی۔ نرگس بالکل پُرسکون نظر آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ صورتِ حال اس کے لیے غیر متوقع نہ ہو۔

یہ سب کچھ دیکھ کر زیادہ تر راہ گیر تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے لیکن دو ایک ایسے بھی تھے جو رک کر یہ دیکھنے کے منتظر رہے کہ اب کیا تماشا ہوگا۔

ان چاروں افراد نے کار گھیرے میں لے لی۔ ان کی وضع قطع سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اچھے لوگ نہیں تھے۔ ان میں سے دو، کار کی دائیں بائیں جانب کی کھڑکیوں سے اندر جھانکنے لگے۔ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف کی کھڑکی سے اندر جھانکنے والا نہایت سخت لہجے میں بولا۔

”کون ہو میم صاب... ادھر کدھر؟“

دوسری کھڑکی سے جھانکنے والا تمسخرانہ لہجے میں بولا۔ ”سی آئی ڈی؟“

نرگس پُرسکون رہی۔ اس نے کہا۔ ”مجھے بلائنڈ ماسٹر سے ملنا ہے۔“

جھانکنے والے کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ ”کون بھیجا ہے تم کو ادھر؟“

”میں خود آئی ہوں۔ کسی نے نہیں بھیجا ہے مجھے۔“

کھڑکیوں سے کار میں جھانکنے والوں کے دو ساتھی کار کے قریب چوکنا کھڑے ماحول پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

”باہر آؤ۔“ نرگس سے بات کرنے والے نے باہر سے کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی جس میں وہ ناکام رہا۔ دروازہ لاک تھا۔ اب اس نے لاک کھولنے کے لیے کھڑکی سے اندر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن نرگس نے اتنی تیزی سے شیشہ اوپر چڑھایا کہ اس کا ہاتھ پھنس گیا۔ اس نے فوراً دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکال لیا۔

”پچھتاؤ گے مجھے نقصان پہنچا کر۔“ نرگس نے کہا۔ ”اپنے ماسٹر سے سزا ملے گی تمہیں! مجھے یقین ہے کہ تم اسی کے گرگے ہو گے۔ بس اپنے ماسٹر کو اطلاع دے دو کہ نرگس ملنے آئی ہے اس سے۔“

نرگس کا اطمینان اور اعتماد دیکھ کر اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات پیدا ہو گئے۔ اس کا وہ ہاتھ بھی جھک گیا جس میں ریوالور تھا۔

نرگس نے چڑھا ہوا شیشہ تھوڑا سا نیچے کرتے ہوئے کہا۔ ”اپنا ہاتھ نکال لو۔“

نرگس نہ بھی کہتی تو بھی وہ شخص اپنا ہاتھ نکال لیتا۔

”دوبارہ بتا رہی ہوں۔ نرگس نام ہے میرا۔“ وہ بولی۔ ”تم لوگوں کے پاس موبائل فون ضرور ہوں گے۔ اپنے ماسٹر کو اطلاع دو۔ میرا پورا نام بتا دینا۔ نرگس افتخار۔“

وہ شخص اپنا ریوالور جیب میں ڈالتا ہوا اپنے ایک ساتھی کے قریب گیا۔ دوسری کھڑکی سے جھانکنے والا شخص بھی اب ہٹ گیا تھا۔

وہ چاروں دھیمی آواز میں باتیں کرنے لگے لیکن وہ نرگس اور ماحول کی طرف سے قطعی غافل نہیں تھے۔

موبائل فون پر بات کرنے والا اور دوسرا گرگا نرگس کی کار کے قریب آئے۔

''میڈم جی!'' اس مرتبہ اس کے انداز میں پہلی جیسی جارحیت نہیں تھی۔ ''ثبوت ہے کوئی؟''
''کس بات کا ثبوت؟'' نرگس نے پوچھا۔
''نرگس افتخار نام بتایا نا تم نے؟ اس کا ثبوت۔''
''ہاں۔'' نرگس نے جواب دیا۔ ''ثبوت بھی ہے۔''
''کیا ہے؟''
''جو بھی ہے، وہ میں تمہارے ماسٹر ہی کو دکھاؤں گی۔''
اس شخص نے موبائل اپنے کان سے لگایا اور بولا۔
''جوجی بابا! وہ بولتی ہے ثبوت ہے، پر وہ دکھائے گی بس ماسٹر کو۔''
دوسری طرف سے کچھ سننے کے بعد اس نے ''اچھا'' کہا پھر موبائل نرگس کی طرف بڑھا دیا۔ ''بات کرو۔''
نرگس نے موبائل لے کر اپنے کان سے لگایا۔
''ہیلو۔'' وہ بولی۔
''کیسا ثبوت ہے تمہارے پاس؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
نرگس نے آواز پر غور کیا۔ وہ بلائنڈ ماسٹر کی آواز نہیں ہوسکتی تھی۔ اس نے بلائنڈ ماسٹر کے گرگے کو موبائل پر بات کرتے ہوئے بھی سنا تھا۔ اس نے کسی ''جوجی بابا'' کو مخاطب کیا تھا۔
''میں کہہ چکی ہوں۔'' نرگس نے جواب دیا۔ ''ثبوت جو بھی ہے جیسا بھی ہے، وہ میں صرف بلائنڈ ماسٹر کو دوں گی۔''
''اچھا۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''تم جہاں کھڑی ہو، وہاں سے تمہیں ایک بورڈ دکھائی دے رہا ہوگا۔ تمباکو کا اشتہار ہے۔''
نرگس کو ایک ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر نیلے رنگ کا ایک سائن بورڈ نظر آرہا تھا جس پر کسی تمباکو کا نام تھا۔
''ہاں۔'' نرگس نے کہا۔ ''میں دیکھ رہی ہوں۔''
''ادھر ہی آجاؤ گاڑی میں۔ بورڈ کے بعد دو پلاٹوں کی جگہ خالی پڑی ہے۔ گاڑی ادھر ہی روک دینا۔''
''ٹھیک ہے۔ میں آتی ہوں۔''
''یہ موبائل اپنے پاس ہی رکھنا۔'' دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ منقطع ہوگیا۔
نرگس نے موبائل فون اپنی گود میں ڈال لیا اور پھر کار اسٹارٹ کرنے لگی۔ اس سے نہ موبائل فون واپس کرنے کے لیے کہا گیا تھا اور نہ کار اسٹارٹ کرنے پر اسے روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ غالباً ان سے سب کچھ کہا جا چکا تھا۔
چاروں گرگے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے اور نرگس کی کار آگے بڑھ گئی۔ اس نے کار اسی جگہ روکی جہاں اسے رکنے کے لیے کہا گیا تھا۔ نرگس انجن بند کر کے ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ کچھ لوگ اس کی طرف غور سے دیکھنے لگے مگر ان میں سے کوئی بھی نرگس کے قریب نہیں آیا۔
موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ نرگس نے موبائل اپنی گود سے اٹھا کر کان سے لگایا۔ ''ہیلو۔''
''اب تم کار سے اتر آؤ۔'' آواز آئی۔ ''تمہارے سیدھے ہاتھ کی طرف جو گلیاں ہیں، ان میں سے دوسری گلی میں داخل ہو جاؤ اور آگے بڑھتی رہو۔ موبائل اپنے کان سے لگائے رکھنا۔''
''اچھا۔'' نرگس نے طویل سانس لی اور کار سے اتری۔ وہ اسے لاک کرنا نہیں بھولی تھی۔ موبائل کان سے لگائے وہ اس گلی کی طرف بڑھنے لگی جس کے بارے میں اسے ہدایت کی گئی تھی۔ یہاں آتے وقت اسے خیال نہیں تھا کہ بلائنڈ ماسٹر تک پہنچنے کے لیے اسے اس قسم کے مراحل سے گزرنا پڑے گا۔
گلی میں داخل ہونے کے بعد وہ سیدھی چلتی رہی۔ موبائل اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔
''اپنے الٹے ہاتھ کی طرف دیکھتی رہنا۔'' نرگس کے کان میں آواز آئی۔ ''سیمنٹ کی چادروں کا ایک مکان دکھائی دے گا۔ اس کے برابر کی گلی میں داخل ہوجانا۔''
''اچھا۔'' نرگس نے پھر طویل سانس لی۔
تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہدایات کا سلسلہ جاری رہا۔ نرگس ان ہدایات کے مطابق چلتی رہی۔ لگ بھگ بیس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ جھنجلا کر بولی۔ ''کتنی دیر تک چلنا پڑے گا مجھے؟''
''تمہیں اب کچھ فاصلے پر ایک پھاٹک دکھائی دے رہا ہوگا۔'' جواب میں آواز آئی۔ ''پھاٹک اندر سے بند نہیں ہے۔ تم اسے کھول کر اندر داخل ہوجاؤ۔''
کتھئی رنگ کا وہ پھاٹک نرگس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ جس چار دیواری کا تھا، اس کی بلندی چھ فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ پھاٹک کے دوسری جانب کوئی احاطہ ہی ہو سکتا تھا۔ اگر کوئی بلند عمارت ہوتی تو دکھائی دے جاتی۔
موبائل سے نرگس کے کان میں آواز آئی۔ ''پھاٹک سے اندر داخل ہوگی تو تمہارے بائیں ہاتھ کی طرف ایک کمرا دکھائی دے گا جس پر دفتر لکھا ہوا ہے۔ تم اس دفتر میں

داخل ہوجانا۔''
''اچھا بابا اچھا۔'' نرگس نے منہ بنایا۔
دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی سنائی دی۔ غالباً نرگس کی جھنجلاہٹ محسوس کرلی گئی تھی۔
نرگس اس پھاٹک سے اندر داخل ہوئی تو اس نے خود کو ایک چھوٹے سے احاطے میں پایا۔ وہاں چھ سات موٹر سائیکلیں اور تین کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ کچھ لوگ ان گاڑیوں پر کام کررہے تھے۔ ان کے کپڑوں پر سیاہ دھبے تھے۔ وہ کوئی ورکشاپ معلوم ہورہی تھی جہاں خراب ہو جانے والی گاڑیاں ٹھیک کی جاتی تھیں۔
دائیں جانب ایک مستطیل کمرا دکھائی دے رہا تھا جس پر بڑے بڑے الفاظ میں ''دفتر'' لکھا ہوا تھا۔ اس کمرے کا دروازہ کونے پر بنا ہوا تھا۔
نرگس ''دفتر'' میں داخل ہوگئی۔ وہاں ایک میز کے پیچھے بیٹھا ہوا آدمی ایک رجسٹر پر کچھ لکھ رہا تھا۔ میز پر دو تین رجسٹر اور رکھے تھے۔ کچھ فائلیں بھی تھیں۔ اس آدمی نے نظر اٹھا کر نرگس کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔
دوسرا آدمی ایک بیساکھی کے سہارے کھڑا ہوا تھا۔
''ادھر میم صاب...!'' بیساکھی والا بائیں جانب بنے ہوئے ایک دروازے کی طرف بڑھا۔ نرگس نے اس کے پیچھے قدم بڑھائے۔
دروازے کی دوسری جانب جو کمرا تھا، اس میں آٹو پارٹس پھیلے ہوئے تھے۔ دو آہنی الماریاں بھی تھیں۔ بیساکھی والے نے ان میں سے ایک الماری کھولی۔ اس میں آٹو پارٹس کے ڈبے رکھے ہوئے تھے.... بیساکھی والے نے نہ جانے کیا کیا کہ ہلکے سے کھٹکے کی آواز کے ساتھ الماری کی پشت کا حصہ کسی دروازے کی طرح دوسری طرف کھلتا چلا گیا۔
''اندر چلو میم صاب....'' بیساکھی والا بولا۔ ''ادھر زینہ ہے۔ نیچے اترنا ہوگا۔''
اب نرگس کچھ پریشان ہونے لگی۔ دماغ میں یہ خیال چکرانے لگا کہ بلائنڈ ماسٹر سے ملنے کی خواہش نے اسے کسی اور چکر میں تو نہیں پھنسا دیا؟
لیکن اب وہ اوکھلی میں سر دے ہی چکی تھی۔ اس نے قدم بڑھائے اور زینے اترنے لگی۔ وہاں برقی روشنی تھی اس لیے نرگس نے دیکھ لیا کہ جہاں زینہ ختم ہوتا تھا، وہاں آٹھ فٹ کی ایک مربع جگہ تھی جہاں ایک شخص ایک نئی موٹر سائیکل کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے کان سے موبائل لگا ہوا تھا جو اس نے بند کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اس کے ساتھ ہی نرگس نے محسوس کیا کہ اس کے کان سے لگے ہوئے موبائل کا دوسری طرف کے موبائل سے رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔
نرگس سمجھ گئی کہ اب تک وہ جس آدمی سے بات کرتی رہی تھی، وہ وہی تھا جو موٹر سائیکل کے قریب کھڑا نظر آیا تھا۔
نرگس آٹھ دس زینے اتری تھی کہ اس کے اوپر وہ راستہ بند ہوگیا جس سے گزر کر وہ زینے پر آئی تھی...... بیساکھی والا اس کے پیچھے نہیں آیا تھا۔
موٹر سائیکل کے قریب کھڑا ہوا شخص شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔ اس کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ ہوسکتی تھی۔ اس کے چہرے کے نقوش بھدے تھے۔
نرگس کے لیے ابھی تین چار زینے باقی تھے کہ شلوار قمیص والے نے موٹر سائیکل پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کردیا۔
''تم جوجی بابا ہو؟'' نرگس نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔
''بیٹھو میڈم!'' اس نے موٹر سائیکل کی عقبی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔
نرگس کی پریشانی بڑھتی جارہی تھی لیکن اب اس کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہ تھا کہ وہ وہی کرے جو اس سے کہا جارہا تھا۔ موٹر سائیکل کی عقبی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے خلا کی طرف دیکھا۔ وہ کوئی سرنگ تھی لیکن اندھیرا اس میں بھی نہیں تھا۔
موٹر سائیکل آہستگی سے حرکت میں آئی تو نرگس بولی۔
''کتنی لمبی ہے یہ سرنگ... کتنی دور جانا ہے؟''
''دس منٹ۔'' مختصر جواب دیا گیا۔
موٹر سائیکل سرنگ میں داخل ہوئی اور اس کی رفتار بڑھنے لگی۔ سرنگ میں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے اسپیڈ بریکر بنائے گئے تھے۔ ان کی وجہ سے موٹر سائیکل کی رفتار بہت کم کی جاتی تھی۔ اس کے باوجود دس منٹ بعد موٹر سائیکل رک گئی۔ یہ بھی ایک مربع جگہ تھی جہاں زینے بنے ہوئے تھے۔
انجن بند کر کے شلوار قمیص والا شخص موٹر سائیکل سے اترا۔ نرگس اس سے پہلے ہی اتر چکی تھی۔ ایک موٹر سائیکل وہاں پہلے ہی سے کھڑی تھی۔
''آؤ میڈم!'' قمیص شلوار والا زینوں سے اوپر چڑھنے لگا۔

زینے کے اختتام پر چھت کے قریب جو دروازہ تھا، وہ کسی عام دروازے کی طرح آسانی سے کھل گیا۔

شلوار قمیص والے کے ساتھ نرگس اس دروازے سے گزری۔ اب اس نے خود کو ایک راہداری میں پایا جس کی لمبائی چالیس پچاس فٹ کے لگ بھگ ہو سکتی تھی۔ اس کے اختتام پر نہایت قیمتی لکڑی کا خاصا بھاری بھرکم دروازہ تھا۔ اس دروازے کے قریب ہی راہداری کی دیوار میں بھی ایک دروازہ تھا لیکن وہ زیادہ بھاری بھرکم نہیں تھا۔

شلوار قمیص والا ان دروازوں کے قریب رکا اور بھاری دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''اندر چلی جاؤ میڈم!''

''وہاں سے کہاں جانا ہوگا؟'' نرگس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

قمیص شلوار والے کے بھدے ہونٹوں میں ایسا کھنچاؤ پیدا ہوا جیسے وہ مسکرایا ہو۔ ''ادھر تم ماسٹر سے ملو گی۔'' وہ بولا۔

نرگس نے بھاری دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا۔ دروازہ اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔

دوسری طرف نہایت کشادہ اور آراستہ کمرا تھا جس کے وسط میں چھ فٹ سے کچھ زیادہ قد کا ایک شخص کھڑا تھا جس کے جسم پر جینز اور جیکٹ تھی۔ اس کی عمر کے بارے میں پینتالیس سال کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

☆☆☆

گزشتہ روز دانیال پولیس ہیڈ کوارٹر سے اپنے گھر ہی گیا تھا اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر نکل کھڑا ہوا تھا۔ دوبارہ ہیڈ کوارٹر جا کر اس نے مانیٹرنگ سیل کا معائنہ کیا جہاں مخصوص علاقے کے گرد لگائے گئے خفیہ کیمروں سے حاصل ہونے والی ویڈیوز، مانیٹر کی جانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہاں سے دانیال اپنے علاقے کے دفتر گیا۔ وہاں اس نے اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ ایک طویل میٹنگ کی۔ اسی میٹنگ میں فیصلہ ہوا کہ دانیال کے دفتر کے تین افسران بھی ہیڈ کوارٹر میں قائم مانیٹرنگ سیل میں موجود رہیں گے۔ تین ذہین سب انسپکٹروں کا انتخاب دانیال نے ڈی ایس پی دانش کے مشورے سے کیا تھا۔ اس طرح خاصی رات گزر گئی۔ اسی لیے صبح وہ خاصی دیر سے اٹھا تھا اور ناشتا کر کے گھر سے روانہ ہوا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اپنے دفتر پہنچنے سے قبل وہ علاقے کے گرد ایک چکر لگائے گا لیکن ایسا ہو نہیں سکا۔ وہ راستے ہی میں تھا جب موبائل فون پر اسے ڈی ایس پی دانش سے ایک ایسی رپورٹ ملی تھی کہ اس نے فوراً ہی کار کا رخ اپنے دفتر کی طرف کر دیا تھا۔

ڈی ایس پی دانش نے بتایا تھا کہ دس بجے کے قریب ایک نہایت ماڈرن عورت کو اس علاقے میں جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا اور وہ نہایت قیمتی کار میں تھی۔

''سر!'' ڈی ایس پی دانش نے موبائل پر کہا۔ ''جب سے میڈیا والوں نے اس علاقے کو حد درجہ خطرناک قرار دیا ہے، تب سے متمول طبقے کے لوگوں نے اس علاقے سے گزرنا بھی چھوڑ دیا ہے، خواہ انہیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے کوئی طویل راستہ اختیار کرنا پڑے۔ ہیڈ کوارٹر میں اس وقت سب انسپکٹر تنویر کی ڈیوٹی تھی۔ اس نے مجھے اس بارے میں اطلاع دی تو میں نے اس سے کہا کہ وہ اس عورت کی تصویریں بنوا لے۔ میں نے ایک اے ایس آئی کو ہیڈ کوارٹر بھیج دیا ہے۔ وہ تنویر کی بنوائی ہوئی تصویریں لے کر آجائے گا کہ اس کی اہمیت ہے یا نہیں۔'' پھر اس نے پوچھا۔ ''آپ کب تک دفتر آئیں گے سر!''

''میں ابھی آرہا ہوں۔''

''اے ایس آئی ہیڈ کوارٹر سے روانہ ہو چکا ہے سر!'' ڈی ایس پی دانش نے کہا۔ ''وہ تصویریں لے کر آرہا ہے۔ انسپکٹر تنویر نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ کار ڈرائیو کرنے والی عورت کا چہرہ واضح نہیں تھا اس لیے تنویر نے اس کے چہرے کے بڑے بڑے کلوز اپ بھی بنوائے ہیں۔''

''گڈ!'' دانیال نے میز پر رکھے ہوئے گلوب کو انگلی سے حرکت دیتے ہوئے کہا۔

''اس کی وجہ میں نے آپ کو فون پر ہی بتا دی تھی کیونکہ اس علاقے میں چھوٹے موٹے آپریشنز کے علاوہ دو بڑے آپریشن بھی کیے جا چکے ہیں جن میں کافی ہلاکتیں اور گرفتاریاں بھی ہوئی تھیں اس لیے میڈیا والوں نے اسے شہر کا سب سے خطرناک علاقہ قرار دے دیا ہے۔ اتنے کیمرے تو وہاں ابھی حال ہی میں لگائے گئے ہیں لیکن اس علاقے کی نگرانی شروع ہی سے کی جا رہی ہے۔ نگرانی کرنے والوں کی رپورٹ کے مطابق اس سال میں متمول اور ماڈرن طبقے کے ایک فرد کو بھی اس علاقے میں جاتے یا وہاں سے گزرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔''

دانیال نے اثباتی انداز میں سر ہلایا، پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے کہا۔ ''رپورٹ میں کالا سانپ اور بلائنڈ ماسٹر دونوں ہی کو یکساں خطرناک قرار دیا گیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بلائنڈ ماسٹر ہمارے لیے زیادہ مشکل ثابت ہو

گا۔ رپورٹ میں یہی لکھا ہے کہ کالا سانپ کو اس کے گروہ کے سبھی لوگ جانتے ہیں جبکہ بلائنڈ ماسٹر نے اپنی شخصیت بڑی حد تک راز میں رکھی ہے۔ رپورٹ میں قیاس کیا گیا ہے کہ اس کے گروہ کے بہت کم لوگ اس کے چہرہ شناس ہیں۔''

''جی ہاں سر! کالا سانپ بہت دلیر ہے۔''

''اس قسم کے لوگوں کا منظرِ عام پر آنا ان کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ میرے خیال کے مطابق اس قسم کی دلیری، ذہانت کے فقدان کی طرف اشارہ کرتی ہے اور ذہانت کا یہ فقدان بلائنڈ ماسٹر میں نہیں ہے۔ دلیر آدمی اگر ذہین بھی ہو تو زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔''

ڈی ایس پی دانش سوچنے لگا پھر اس نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''اچھا ہاں۔'' دانیال بولا۔ ''ہم دوسری بحث میں پڑ گئے۔ بات اس عورت کی ہو رہی تھی۔ ممکن ہے، وہ کراچی میں نئی نئی آئی ہو اور اسے اس علاقے کے پُرخطر ہونے کا علم نہ ہو۔ وہ اس طرف سے گزر کر کہیں اور جانا چاہتی ہو۔ میرا مطلب ہے، ضروری نہیں کہ اس عورت کی منزل اسی علاقے میں کسی جگہ ہو۔''

ڈی ایس پی دانش نے سر ہلایا۔ ''میں نے اس پہلو سے غور نہیں کیا تھا لیکن اب۔'' اس نے اپنی گھڑی دیکھی۔ ''اب اسے اس علاقے سے نکل جانا چاہیے تھا۔ خاصا وقت گزر چکا ہے، اسے اس علاقے میں داخل ہوئے لیکن ابھی تک ہیڈ کوارٹر سے یہ اطلاع نہیں آئی کہ اس کی کار کسی راستے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھی گئی ہے۔''

''گڈ۔'' دانیال نے آہستگی سے میز پر گھونسا مارا۔ ''اب اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے کہ اس عورت کی منزل اسی علاقے میں کسی جگہ ہے۔''

''ایک بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ کہیں پھنس گئی ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''بلائنڈ ماسٹر کے لوگ اپنے علاقے میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ اس عورت کو سی آئی ڈی سے متعلق سمجھ کر..... روک بھی سکتے ہیں اور جان سے مار بھی سکتے ہیں اگر وہ عورت غلطی سے اس علاقے میں چلی گئی ہو۔''

دانیال نے سر ہلایا۔ ''اچھا پوائنٹ آیا ہے۔ اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مگر اس کا ایک پہلو اور بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عورت کسی کا کوئی پیغام لے کر بلائنڈ ماسٹر سے ملنے گئی ہو۔''

''اس طبقے کی عورت؟''

''یقیناً۔'' دانیال نے زور دے کر کہا۔ ''کیا آپ کے ذہن میں یہ بات نہیں کہ ہمارے ملک جیسے ترقی پذیر ممالک میں اس قسم کے جرائم پیشہ افراد یا گروہوں کو کسی بڑے آدمی کی سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے۔''

اسی وقت ایک اے ایس آئی اجازت لے کر اندر آیا۔ اس نے ڈی ایس پی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''نصیرا دودھ والے نے فون پر ابھی ایک خبر دی ہے سر۔''

دانیال فوراً سمجھ گیا کہ نصیرا دودھ والا، اس علاقے میں پولیس کا ایک مخبر ہے۔ پولیس اس علاقے میں رہنے والے گیارہ افراد کو خرید چکی تھی جو مخبری کا فرض انجام دیتے تھے۔

''نصیرا دودھ والے کی دی ہوئی خبر کے مطابق ایک کار اس کی دکان کے سامنے سے گزری تھی جسے ایک خوب صورت عورت چلا رہی تھی۔ وہ دو میل آگے گئی تھی کہ بلائنڈ ماسٹر کے چار آدمیوں نے اسے روک لیا تھا۔''

''پھر؟'' ڈی ایس پی دانش نے بے چینی سے پوچھا۔ ''اس کے بعد کیا ہوا؟''

''یہ نہیں معلوم سر۔'' اے ایس آئی نے جواب دیا۔ ''نصیرا نے اتنا ہی بتا کر فون بند کر دیا۔ اب دوبارہ اس کا فون آئے، تبھی اس سے اس بارے میں پوچھا جا سکتا ہے۔''

دانیال کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اسے خاموش رہنا پڑا کیونکہ ایک اور اے ایس آئی کمرے میں آیا تھا۔

''لے آئے تصویریں؟'' ڈی ایس پی دانش اس کی طرف دیکھتے ہوئے بے چینی سے پوچھ بیٹھا۔

''جی سر!'' اے ایس آئی نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ''پہلے آپ ہی دیکھیں سر۔''

دانیال نے تصویریں نکالیں۔ وہ تین فوٹو گراف تھے۔ اوپر جو فوٹو گراف تھا، اس میں ایک سفید کار تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ فوٹو گراف میں چہرہ چھوٹا ہونے کے باوجود دانیال کو وہ سو فیصد اجنبی نہیں محسوس ہوا۔ اس کے نیچے جو فوٹو گراف تھا، اس میں اسٹیئرنگ کے پیچھے اس عورت کا چہرہ بڑی حد تک صاف تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی دانیال شاید پلکیں جھپکانا بھی بھول گیا۔ اس نے جلدی سے تیسرا فوٹو گراف دیکھا۔ اس میں چہرہ اور

تھوڑا سا اسٹیئرنگ تھا۔ ''نرگس... نرگس... نرگس...'' دانیال کے دماغ میں شور سا مچ گیا۔

پندرہ سال پہلے دانیال نے جس نرگس کو دیکھا تھا وہ ایک جوان لڑکی تھی لیکن فوٹوگراف میں تیس بتیس سال کی عورت تھی۔ اس کے نقش و نگار میں اتنی تبدیلی نہیں آئی تھی کہ دانیال اسے پہچان نہ پاتا۔

ڈی ایس پی دانش نے دانیال کے تاثرات دیکھ کر سوال داغ دیا۔ ''کیا آپ اس عورت کو جانتے ہیں سر؟''

دانیال نے چونکتے ہوئے اس پر ایک نظر ڈالی اور پھر فوٹوگراف دیکھنے لگا۔

☆☆☆

نرگس کے سامنے کھڑا ہوا شخص اچھے نقش و نگار کا مالک تھا۔ اگر اس کے گال پر کان کے پاس سے ٹھوڑی تک زخم کا نشان نہ ہوتا تو وہ بلاشبہ خوب صورت نظر آتا۔ وہ بڑے غور سے نرگس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

نرگس اپنے وینٹی بیگ سے ایک لفافہ نکالتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے قریب گئی اور لفافے سے ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''تمہیں یہ تصویر یاد ہے؟''

تصویر میں بلائنڈ ماسٹر کی عمر پچیس سال کے لگ بھگ معلوم ہو رہی تھی۔ وہ آٹھ دس سال کی ایک بچی کے پیچھے اس طرح کھڑا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ بچی کے شانے پر تھے۔ ہونٹوں پر خوش گوار مسکراہٹ تھی۔ گال پر زخم کا نشان نہیں تھا۔

''ہاں۔'' بلائنڈ ماسٹر نے تصویر پر ایک نظر ڈالنے کے بعد نرگس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بیس سال پہلے کی ہے یہ تصویر۔ میں اس میں نرگس افتخار کے ساتھ ہوں۔ تم میں اس کی کچھ مشابہت یقیناً ہے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تم خود کو نرگس افتخار کہہ سکتی ہو۔''

''تم مجھ سے کچھ ایسے سوال کرلو جس سے تمہیں میری بات کا یقین آسکے۔''

بلائنڈ ماسٹر نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ تصویر کس نے کھینچی تھی؟''

''تمہاری چھوٹی اور میری بڑی بہن پارس نے۔'' نرگس نے سکون سے جواب دیا۔ ''مجھے پارس باجی کہنا چاہیے۔''

بلائنڈ ماسٹر کا منہ تھوڑا سا کھلا۔ نرگس کا... جواب سنتے ہی وہ بے چین ہو گیا تھا۔ فوراً ہی اس نے دوسرا سوال بڑی تیزی سے کیا۔ ''اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ میرا مطلب ہے یہ تصویر کھینچنے کے بعد۔''

''کیمرا پارس باجی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ فرش پر گر کر ٹوٹ گیا تھا لیکن فلم کی ریل محفوظ رہی تھی ورنہ یہ تصویر ضائع ہو جاتی۔'' نرگس نے وضاحت سے جواب دیا۔

بلائنڈ ماسٹر کے ہونٹوں میں ایسی لرزش ہوئی جیسے وہ کچھ جذباتی ہو گیا ہو۔ اس نے ایک اور سوال کیا۔ ''وہ کیمرا کس کا تھا؟''

''تم اپنے کسی دوست سے مانگ کر لائے تھے۔'' نرگس نے جواب دیا۔ ''کیمرا ٹوٹنے سے پریشان ہو گئے تھے کہ اب اپنے دوست سے کیا کہو گے۔''

بلائنڈ ماسٹر کے دونوں ہاتھ اٹھے اور نرگس کے شانوں پر مضبوطی سے جم گئے۔ ''تم یقیناً نرگس ہو۔'' اس وقت اس شخص کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی جس نے متعدد قتل کیے تھے اور نہ جانے کتنے ہی خطرناک کاموں میں ملوث رہا تھا۔ اس کی آواز میں لرزش بھی آگئی۔ ''تمہیں یہ بھی یاد ہے کہ میں نے گھر کب چھوڑا تھا؟''

''یہ تصویر کھینچنے کے دس بارہ دن بعد ہی آفی بھائی۔''

''اوہ... نرگس... نرگس۔'' بلائنڈ ماسٹر نے شدت جذبات سے نرگس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ ''بیس سال بعد اس طرح مخاطب کیا گیا ہے مجھے... بس بابو جی اور ماں جی کہتے تھے مجھے آفی! اب تو مجھے آفتاب کے نام سے بھی کوئی نہیں پکارتا۔ میں اب بس بلائنڈ ماسٹر ہوں۔''

نرگس بھی آب دیدہ ہو چکی تھی۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''مجھے یہ بھی یاد ہے آفی بھائی کہ تم نے گھر کیوں چھوڑا تھا بلکہ بابو جی نے نکالا تھا تمہیں گھر سے۔ بہت ناراض ہوئے تھے وہ۔ یہ بھی کہا تھا کہ بس سو من اناج کے، کام کے نہ کاج کے۔''

''ہاں۔'' بلائنڈ ماسٹر نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''پھر میں تم لوگوں سے کبھی نہیں ملا۔ اب تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی اپنی کسی بہن سے ملوں گا۔ آؤ... بیٹھو۔''

''بابو جی اور ماں جی تو اب رہے نہیں دنیا میں۔''

''معلوم ہے مجھے۔ میں نے چوری چھپے ان کی تدفین میں شرکت کی تھی۔ گھر کی سب خبر رکھتا تھا میں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے کسی سے لو میرج کر لی تھی اور پھر گھر نہیں گئی تھیں۔ میں تمہیں ڈھونڈ لیتا لیکن اچانک پولیس نے گرفتار کر لیا۔''

''گھر چھوڑتے ہی تم نے ایک ڈاکا مارا تھا۔ پکڑے گئے تھے۔''

''جب تو تھوڑی سی سزا ہوئی تھی۔ ایک بڑے معاملے میں پکڑا گیا تھا تو چھ سال گزارنا پڑے تھے جیل میں۔ پھر بہت بدنام ہو گیا تھا۔ تمہیں اور پارس کو میں نے ڈھونڈا ہی نہیں۔ سوچا تھا کہ تم دونوں اپنے اس بھائی سے ملنا پسند نہیں کرو گی جو اس نام نہاد شریف معاشرے کا ایک بُرا آدمی بن چکا ہے۔''

''سچ کہوں آفی بھائی!'' نرگس کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔ ''اس وقت تو میری سوجھ بوجھ ہی کچھ نہیں تھی جب تم نے گھر چھوڑا تھا۔ چند سال بعد کچھ آئی تھی سمجھ بوجھ۔ تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم بھی ہو گیا تھا۔ اس وقت مجھے افسوس ہی ہوا تھا کہ تم بُرے راستوں پر نکل گئے لیکن اب میری سوچ بالکل بدل چکی ہے آفی بھائی... یہ دنیا ہی بہت بُری جگہ ہے۔ یہاں جس کے پاس پیسا نہیں، اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اسے اس کا حق دیا ہی نہیں جاتا۔ ایسے لوگوں کو اپنا حق چھیننا پڑتا ہے۔ تم نے بھی یہی کیا۔ ملازمت حاصل کرنے کے لیے ٹھوکریں کھاتے رہے تھے تم۔''

''اسی لیے کہا تھا بابو جی نے کہ میں کام کا نہ کاج کا۔'' بلائنڈ ماسٹر تلخی سے بولا۔ ''انہیں تو بھلے وقتوں میں سرکاری ملازمت مل گئی تھی۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جو وقت آگیا تھا، وہ بہت بُرا تھا۔ میں نے ملازمت کے لیے در در کی ٹھوکریں کھائیں، ذلیل ہوتا رہا لیکن جب باپ بھی دھتکار دے تو دماغ گھوم جاتا ہے۔ میرا بھی گھوم گیا۔ نکل گیا میں اس راستے پر جہاں طاقت سے سب کچھ حاصل کیا جاتا ہے اور میں نے حاصل کر بھی لیا۔''

''تمہیں کالے سانپ سے زیادہ خطرہ ہے یا پولیس سے؟''

''پولیس بھی سانپ ہی ہے میرے لیے مگر چھوڑو یہ سب باتیں۔ مجھے بتاؤ کہ میری یاد کیسے آگئی؟... یہ تو تمہیں اخباروں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ بلائنڈ ماسٹر تمہارا بھائی ہے۔''

نرگس نے اثبات میں سر ہلایا۔ یہ اسے اخباروں ہی سے معلوم ہوا تھا۔ پولیس نے بلائنڈ ماسٹر پر ہیڈ منی لگا دی تھی اور اس کی تصویر سبھی اخباروں میں چھپ چکی تھی۔

''میں اس علاقے میں آتے ہوئے ڈرتی تھی بھائی۔'' وہ بولی۔ ''سوچتی تھی کہ شاید تم تک پہنچ ہی نہ سکوں۔ تمہارا کوئی آدمی پہلے ہی مجھے گولی مار دے مگر کچھ دن پہلے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔ میرے لیے وہ کام تم ہی کر سکتے ہو۔''

''ایسا کیا کام پڑ گیا تمہیں؟'' بلائنڈ ماسٹر کچھ حیرت سے بولا۔

''بتاؤں گی تو تم بہت حیران ہو گے۔ یقین بھی بڑی مشکل سے کرو گے لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہوگا۔ میرا کام تم ہر صورت میں کرو گے۔''

''بیس سال بعد مل رہا ہوں اپنی بہن سے۔'' بلائنڈ ماسٹر نے اسے محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں کیسے انکار کر سکتا ہوں اپنی بہن کے لیے کوئی کام کرنے سے۔''

''یہ مت پوچھنا کہ میں وہ کام کیوں کروانا چاہتی ہوں۔''

''الجھن بڑھا رہی ہو تم میری۔''

''بات کچھ ایسی ہی ہے آفی بھائی۔ بہت حیران ہو گے تم۔''

''اب بتا بھی چکو، میری الجھن بڑھتی جا رہی ہے۔''

''میرا ایک بیٹا ہے آفی بھائی۔''

''ماشاءاللہ۔''

''تیرہ سال کا ہو چکا ہے۔'' نرگس پھر کھوئے کھوئے سے انداز میں بولنے لگی۔ ''بڑی مشکل سے چھٹی کلاس تک پہنچا ہے۔ پڑھائی میں اس کا دل ہی نہیں لگتا۔ بس مار کاٹ کروا لو اس سے... لیکن ان سب باتوں میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں نے اس کی تربیت ہی اس طرح کی ہے۔''

بلائنڈ ماسٹر حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ''ایسی تربیت کیوں کی تم نے اس کی؟''

''اسی لیے کہ وہ ایسا بن جائے جیسا وہ ہے۔'' نرگس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اور اب میں اسے تمہاری شاگردی میں دینا چاہتی ہوں۔''

بلائنڈ ماسٹر اس طرح ہنسنے لگا جیسے نرگس کی باتوں کو مذاق سمجھ رہا ہو۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم آسانی سے یقین نہیں کرو گے۔'' نرگس بولی۔

بلائنڈ ماسٹر سنجیدہ ہو گیا اور اس کی طرف پھر حیرت سے دیکھنے لگا۔

نرگس کہتی رہی۔ ''اسے ایسا بنا دو کہ اس کے دل میں رحم جیسا کوئی جذبہ باقی نہ رہے۔ وہ بے خطا نشانے باز بن جائے۔ ایک سفاک قاتل۔''

''نرگس!'' بلائنڈ ماسٹر نے اسے غور سے دیکھا۔ ''کیا میں یہ سمجھوں کہ تم پاگل ہوگئی ہو؟''

''ہاں۔'' نرگس نے دھیمی آواز میں کہتے ہوئے نظریں جھکائیں۔ ''شاید ایسا ہی ہے۔ ایسی ماں کو پاگل ہی سمجھا جاسکتا ہے جو اپنی اولاد کو ایسا بنانا چاہتی ہو۔''

''بات کیا ہے نرگس؟ تم اسے ایسا کیوں بنانا چاہتی ہو؟'' بلائنڈ ماسٹر حیرت زدہ تھا۔

''میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ یہ مت پوچھنا۔''

''لیکن...''

''بحث مت کرو بھائی۔''

''لیکن نرگس...'' بلائنڈ ماسٹر نے تیزی سے کہنا چاہا۔

نرگس نے اس سے زیادہ تیزی سے پھر اس کی بات کاٹ دی۔ ''میں نے کہا نا، بحث مت کرو۔ میں امان کو تم جیسا دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''امان نام ہے تمہارے بیٹے کا؟''

''ہاں۔''

''اور تم اسے بے امان بنانا چاہتی ہو؟''

''جو سمجھنا چاہو، سمجھ لو۔''

بلائنڈ ماسٹر اپنی پیشانی مسلتے ہوئے نرگس کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیا میں امید رکھوں کہ تم مجھے مایوس نہیں لوٹاؤ گے؟'' وہ بولی۔

''مجھے سوچنے دو نرگس! میں سمجھنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے بیٹے کو ایسا کیوں بنانا چاہتی ہو۔''

''نہیں سمجھ سکو گے۔ کوئی فائدہ نہیں سوچنے سے۔''

بلائنڈ ماسٹر متفکر نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''میری بات مانو گے نا بھائی؟'' نرگس نے اس کی طرف پُرامید انداز میں دیکھا۔

''امان کہاں ہے؟''

''ابھی تو اسکول میں ہوگا۔ کل لے آؤں گی اسے۔ سپرد کردوں گی تمہارے۔''

''آج بھی تم یہاں آئی ہو تو اپنے لیے ایک پریشانی کھڑی کرلی ہے تم نے۔''

''کیسے؟ کیوں؟''

''پولیس یہاں ہفتے دو ہفتے بعد ریڈ کرتی رہتی ہے۔ کچھ نہ کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے لے جاتی ہے۔ ان میں اس علاقے میں رہنے والے معصوم لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن جب ریڈ نہیں کیا جاتا تو بھی اس سارے علاقے کی نگرانی جاری رہتی ہے۔ آنے جانے والوں پر نظر رکھی جاتی ہے۔ تم بھی ان کی نظر میں آگئی ہوگی۔''

''تو کیا ہوا؟ یہاں سے لوگ گزرتے تو ہوں گے۔''

''ایسے لوگوں نے یہاں سے گزرنا چھوڑ دیا ہے جیسی تم ہو۔ جیسی کار میں تم یہاں آئی ہو، ایسی کار کو یہاں آتے ہوئے عرصے سے نہیں دیکھا گیا ہوگا۔ تم سے یہ پوچھ گچھ ضرور کی جائے گی کہ اس علاقے میں کیوں داخل ہوئی تھیں۔''

''اچھا ہوا تم نے بتا دیا۔ اب میں پہلے سے کوئی جواب سوچ لوں گی۔''

''مجھے بھی بتا کر جاؤ۔ میں اندازہ لگا لوں گا کہ تمہارا جواب پولیس کو مطمئن کرسکے گا یا نہیں۔''

''کہہ دوں گی، جانا کہیں اور تھا، بے خیالی میں ادھر مڑ گئی۔''

''یہ بالکل نامناسب جواب ہے۔ پولیس مطمئن نہیں ہوگی۔ تمہیں اس علاقے سے نکلتے ہوئے بھی دیکھا جائے گا۔ پولیس پوچھ سکتی ہے کہ تم اتنی دیر تک اس علاقے میں کہاں رکی رہیں۔ میں اگر چاہوں تو یہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اس علاقے سے نکلتے ہوئے دیکھا ہی نہ جاسکے لیکن اس طرح تم اور زیادہ مشکوک ہوجاؤ گی۔ تمہاری کار کے نمبر سے وہ تمہارا اتا پتا لگا لیں گے۔ ایسی صورت میں وہ سوال کرسکتے ہیں کہ تم اس علاقے کے کس راستے سے باہر نکلیں۔ اس کا تم کوئی جواب نہیں دے سکو گی۔ انہیں معلوم ہوگا کہ تم اس راستے سے نہیں نکلیں۔ پھر سب سے زیادہ پریشانی کی ایک بات اور ہوگی تمہارے لیے۔ پولیس کو اس کا علم ہوسکتا ہے کہ میرے چار آدمیوں نے تمہیں روکا تھا۔''

''اس کا کیسے پتا چل سکتا ہے پولیس کو؟''

''مخبر موجود ہیں ان کے اس علاقے میں۔'' بلائنڈ ماسٹر نے بتایا۔ ''دو مخبروں کو تو کالا سانپ ٹھکانے لگوا چکا ہے۔ ایک کو میں نے بھی ختم کروایا ہے لیکن اور مخبر بھی ہوں گے ان کے۔''

''یہ ضروری تو نہیں کہ تمہارے چار آدمیوں کو اور مجھے کسی مخبر نے دیکھ لیا ہو۔''

''ہاں ضروری تو نہیں لیکن اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ میں ہرگز نہیں چاہوں گا کہ تم پریشانی میں پڑو۔''

یہ باتیں کرتے ہوئے نرگس کا دماغ کام کرتا رہا تھا۔ وہ یکایک مسکرائی اور بولی۔ ''ایک اہم بات بتاؤں

تمہیں... میں ایک اخبار میں کالم لکھتی ہوں۔ ہفتے میں دو تین کالم تو آہی جاتے ہیں۔''

''نرگس زماں کے نام سے ایک کالم کبھی کبھی میری نظر سے گزرا ہے۔ کیا وہ...''

''ہاں۔'' نرگس نے بات کاٹی۔ ''نرگس زماں کے نام سے... میں ہی لکھتی ہوں۔ موضوع، جرائم اور معاشرہ ہوتا ہے۔ میں پولیس کو یہ جواب دوں گی کہ میں تمہارا انٹرویو لینا چاہتی ہوں، اسی لیے اس علاقے میں داخل ہوئی تھی۔ تمہارے آدمیوں سے آمنا سامنا بھی ہوا تھا۔ میں نے ان سے بھی اپنی خواہش کا اظہار کردیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہ میرا پیغام ماسٹر کو پہنچا دیں گے اور اگر ماسٹر نے انٹرویو دینے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا تو مجھے فون پر بتا دیا جائے گا۔ انہوں نے میرا موبائل نمبر لے لیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ میں آج ہی انٹرویو لینا چاہتی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوسکی۔ ان لوگوں سے اسی حجت کی وجہ سے مجھے اس علاقے سے نکلنے میں اتنی دیر لگی۔''

''کیا وہ یقین کرلیں گے کہ تم اتنی دلیر ہو؟ میرے علاقے میں آکر میرا انٹرویو کرنے کے بارے میں سوچنا بھی بڑے دل گردے کا کام ہے۔''

''یہ تو تاریخ ہے کہ صحافیوں نے خطرناک لوگوں کا انٹرویو لیا ہے۔''

''ہاں ایسا ہوا تو ہے لیکن... یہ ابھی میں نے کہا نا... کیا وہ یقین کرلیں گے کہ تم اتنی دلیر ہو؟''

''یقین کریں یا نہ کریں، میں اپنے اس بیان پر اڑی رہوں گی۔ وہ میرے ساتھ کوئی سخت رویہ تو اختیار کر نہیں سکتے۔ صحافیوں کے معاملے میں پولیس کو کچھ محتاط تو رہنا پڑتا ہے۔''

بلائنڈ ماسٹر کے چہرے سے فکرمندی ظاہر ہوتی رہی، پھر وہ بولا۔ ''تم پہلے ہی سے ایک کالم نگار ہو۔ یہ جواب چل تو سکتا ہے۔''

''بس تو اب میں چلتی ہوں۔ کل امان کو لے کر آؤں گی۔''

''کیا وہ تمہیں چھوڑ کر میرے پاس رک سکے گا؟''

''یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو۔''

''اچھا ٹھہرو۔''

بلائنڈ ماسٹر اٹھ کر ایک الماری تک گیا۔ الماری سے وہ ایک موبائل فون نکال لایا اور اس میں کچھ کرنے کے بعد نرگس کو دیتے ہوئے بولا۔ ''تم مجھ سے بات کرنے کے لیے یہ موبائل استعمال کرنا۔ میں نے اپنا نمبر اس میں فیڈ کردیا ہے لیکن اگر میں نے تمہیں فون کیا تو تمہیں اسکرین پر دوسرا نمبر دکھائی دے گا۔ مجھے یہ احتیاط کرنا پڑتی ہے۔ ایک نمبر میں ایک ہی بار استعمال کرتا ہوں۔''

نرگس خفیف سا مسکرائی۔ ''گویا ممکن نہیں ہے کہ سیلولر کمپنیوں کے تعاون سے بھی پولیس تمہارے کسی منصوبے سے آگاہ ہوسکے۔''

''انتہائی ضرورت کے وقت ہی تم مجھے فون کرنا۔ دوبارہ اس نمبر پر کال کروگی تو مجھ سے رابطہ نہیں ہوسکے گا۔ میں ایک نمبر پر ایک مرتبہ بات کرنے کے بعد وہ نمبر استعمال نہیں کرتا۔ موبائل انسٹرومنٹ بھی بدل لیتا ہوں۔''

''کتنے انسٹرومنٹ ہیں تمہارے پاس؟'' نرگس حیرت سے بولی۔

''ایک ہزار سے زیادہ تو اسی الماری میں رکھے ہیں۔'' بلائنڈ ماسٹر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ ''ہر ایک میں سم بھی پڑی ہوئی ہے۔ جو موبائل میں ایک مرتبہ استعمال کرلیتا ہوں، اس کا ٹھکانا اس الماری میں ہوتا ہے۔'' بلائنڈ ماسٹر نے دوسری الماری کی طرف اشارہ کیا۔ پھر سنجیدہ ہو کر اس نے پوچھا۔ ''کل کس وقت آؤ گی؟''

''اسی وقت۔''

''گلی نمبر سات سے آنا۔''

''اسی سے کیوں؟ کوئی خاص وجہ؟''

''مناسب نہیں ہوگا کہ کل تمہیں پھر اس علاقے میں آتے دیکھا جائے۔''

''جب یہاں کی نگرانی کی جارہی ہے تو کل بھی کی جائے گی۔ میں ان کی نظروں میں تو آؤں گی۔ دوبارہ یہاں آنے کے لیے بھی کوئی بہانہ سوچنا پڑے گا جو پولیس کو بتایا جاسکے۔''

''نہیں۔'' بلائنڈ ماسٹر نے کہا۔ ''کل تمہارا ان کی نظر میں آنا قطعی مناسب نہیں ہوگا کیونکہ کل تمہارے ساتھ امان بھی ہوگا۔ کل میں گلی نمبر سات پر کچھ بندوبست کردوں گا۔ وہاں اگر نگرانی کرنے والے ہوں گے تو میرے آدمی انہیں گولیوں کا نشانہ بنا دیں گے۔ تم فائرنگ کی آواز سن کر یا دیکھ کر گھبرانا نہیں۔ کار تیزی سے گلی نمبر سات میں لے آنا اور پھر اسی پھاٹک پر آکر رکنا جہاں گیراج ہے۔ تم جب احاطے میں آجاؤ گی تو میرے آدمی تمہاری کار پر کپڑا چڑھا دیں گے۔''

''کارکور؟''

''ہاں۔'' بلائنڈ ماسٹر نے جواب دیا۔ ''میرے آدمیوں کے علاوہ کوئی شخص تمہاری کار دیکھ لے گا تو وہ بھی پولیس کو کار کا نمبر نہیں بتا سکے گا۔''

''سرنگ استعمال ہوگی مجھے اور اماں کو یہاں لانے کے لیے؟''

''ہاں، بالکل آج کی طرح... موٹر سائیکل جوجی ہی چلائے گا۔ کچھ دقت تو ہوگی لیکن کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔ بائیک پر تمہیں اماں کے ساتھ بیٹھنا ہوگا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اماں یہ سب کچھ دیکھ کر کیا محسوس کرے گا، کیا سوالات کرے گا تم سے۔''

''میں کہہ چکی ہوں کہ یہ مجھ پر چھوڑ دو۔''

بلائنڈ ماسٹر نے کچھ سوچتے ہوئے آہستگی سے سر ہلا دیا۔

☆☆☆

ایس پی آفس کے کمرے میں دانیال اب اکیلا تھا۔ ڈی ایس پی دانش کو اس نے کچھ ہدایات دے کر رخصت کر دیا تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے لائی گئی نرگس کی تصاویر اس کے سامنے میز پر پھیلی ہوئی رکھی تھیں۔ دانیال نے جب سے ان تصاویر کو دیکھا تھا، ماضی کی ایک فلم سی اس کے دماغ میں چلتی رہی تھی۔

پندرہ سال پہلے جب وہ کالج میں تھا اور فائنل ایئر میں پہنچ چکا تھا، اسی سال نرگس کالج میں داخل ہوئی تھی۔ وہ ایسی تھی کہ کالج کے خاصے لڑکے اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ نرگس نے بھی سب سے گھلنے ملنے میں کوئی تذبذب نہیں کیا تھا لیکن دانیال کی طرف اس کا جھکاؤ زیادہ رہا تھا۔ اس کی وجہ یہی ہوسکتی تھی کہ دانیال کالج کے دو تین نہایت خوب صورت نوجوانوں میں سے ایک تھا۔

دانیال کو بھی نرگس پسند آئی تھی۔ تین چار مہینے ہی میں وہ ایک دوسرے کے لیے بے چین رہنے لگے۔ اظہارِ محبت کی نوبت تو نہیں آئی تھی لیکن دانیال کو محسوس ہونے لگا تھا کہ نرگس بھی اس سے محبت کرنے لگی تھی۔ اس کے لیے یہ بات بھی باعثِ اطمینان تھی کہ نرگس کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ اس کے خیال کے مطابق اس طبقے کی لڑکیاں پیار محبت کے معاملے میں بہت سنجیدہ ہوتی ہیں اور شدید جذباتیت کی حامل بن جاتی ہیں جبکہ متمول طبقے سے تعلق رکھنے والی لڑکیاں اس قسم کے معاملات کو فلرٹ کی حد سے آگے تک محسوس نہیں کرتیں۔

نرگس کے والد کا نام افتخار احمد تھا۔ وہ کسی سرکاری ادارے میں ہیڈ کلرک تھے۔ اپنی کم آمدنی کے باوجود انہوں نے اپنے گھریلو اخراجات میں تو کمی کی تھی لیکن اپنی دونوں بیٹیوں کو بہترین درس گاہوں میں تعلیم دلائی تھی۔ نرگس کی بہن پارس نے بھی ایک سال پہلے گریجویشن کرلیا تھا اور چند ماہ قبل اس کی شادی بھی ہو چکی تھی۔

دانیال اور نرگس ایک دوسرے سے اس حد تک بے تکلف ہو چکے تھے کہ نرگس نے اس سے اپنے گھر کی کوئی بات نہیں چھپائی تھی۔ یہ تک بتا دیا تھا کہ ان دونوں بہنوں کا بھائی آفتاب غلط قسم کے لوگوں کی صحبت میں پڑ کر اس حد تک بگڑ گیا تھا کہ افتخار احمد نے اسے کئی سال پہلے گھر سے نکال دیا تھا۔ آفتاب بگڑتا ہی چلا گیا اور ان دنوں میں بھی اس کا اٹھنا بیٹھنا بُرے ہی لوگوں میں تھا۔

خود دانیال کا تعلق کسی ایسے گھرانے سے نہیں تھا جسے ''مال دار گھرانا'' کہا جا سکتا لیکن آسودہ حالی بہرحال تھی۔ دانیال کی والدہ اس کی شادی کسی ایسی لڑکی سے کرنا چاہتی تھیں جو متوسط طبقے کی ہو۔ اپنے بڑے بیٹے کی شادی بھی انہوں نے متوسط گھرانے میں کی تھی۔

دانیال کے لیے یہ تو باعثِ اطمینان تھا کہ اس کی والدہ کی خواہشات کے مطابق نرگس ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی تھی لیکن یہ امر پریشان کن تھا کہ اس کے بھائی نے اپنی زندگی گزارنے کے لیے تاریک راہیں اختیار کرلی تھیں۔

دانیال کی والدہ شاید یہ گوارا نہ کرتیں کہ ان کی بہو کا بھائی جرائم پیشہ ہو۔ اسی لیے دانیال کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ وہ کسی طرح آفتاب سے مل کر اسے اندھیرے راستوں سے واپس لانے کی کوشش کرے۔

رابطے کی کوشش نرگس کے ذریعے کی جا سکتی تھی لیکن نرگس نے انکار کر دیا۔

''یہ میں نہیں کرسکتی دانیال۔'' اس نے کہا۔ ''اگر بابو جی کو یہ معلوم ہوگیا کہ میں بھائی سے ملی تھی اور تمہیں بھائی سے ملایا تھا تو وہ مجھ پر بہت بُری طرح بگڑیں گے۔ بہنوں کو بھائی سے بہت محبت ہوتی ہے اور پارس آپا کی طرح مجھے بھی بھائی سے دور ہو جانے کا قلق ہے لیکن میں بابو جی کی ناراضگی مول نہیں لے سکتی۔ اماں تو بیٹے کو یاد کر کے چپکے چپکے روتی ہی رہتی ہیں لیکن بابو جی کو ان کی بھی پروا نہیں حالانکہ وہ اماں سے بہت محبت کرتے ہیں۔''

دانیال نے نرگس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس

معاملے میں بہت رازداری برتی جائے گی لیکن وہ تیار نہیں ہوئی۔

دانیال کو احساس ہوگیا کہ اسے کوئی دوسری تدبیر کرنا پڑے گی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی دوسری تدبیر سوچ پاتا، حالات تیزی سے بدلنے لگے۔ نرگس کا جھکاؤ اس کی طرف بہ تدریج کم ہونے لگا اور ارشد کی طرف بڑھنے لگا۔

ارشد بھی کالج میں فائنل ایئر کا طالبِ علم تھا۔ اس کی صورت شکل بھی واجبی سی تھی۔ اسی لیے دانیال کا خیال تھا کہ نرگس کے اس جھکاؤ کی وجہ دولت ہوگی۔

ارشد بہت دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اپنی چمکتی دمکتی کار میں کالج آتا۔ نرگس کی طرف جھکنے کی پہل اسی نے کی تھی۔ اگر یہ پہل اس نے شروع ہی میں کی ہوتی تو عین ممکن تھا کہ نرگس، دانیال کی طرف نہ جھکتی۔

تنہائی میں ملاقات ہوتے ہی دانیال نے نرگس سے شکوہ کر ڈالا۔ ''کیا تم مجھے بھلا رہی ہو نرگس؟''

''یہ خیال تمہیں کیوں آیا؟''

''تمہارا جھکاؤ اب ارشد کی طرف ہے۔''

''جھکاؤ کیا مطلب؟ میں تو شادی بھی اسی سے کرنا چاہتی ہوں۔''

اتنا کورا اور صاف جواب ملنے پر دانیال کو سکتہ سا ہو گیا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' وہ بہ مشکل بول سکا۔

''کیوں... کیا کوئی غلط بات ہے یہ؟''

''اور وہ... وہ جو... وہ جو ہم... کتنا قریب رہے ہیں ایک دوسرے سے؟''

''وہ تو اب بھی رہیں گے۔ ہم دونوں اچھے دوست ہیں۔'' نرگس نے جواب دیا پھر بڑی سنجیدگی سے بولی۔ ''کیا تم مجھ سے محبت کرنے لگے ہو؟''

''میں اب تمہارے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔''

''کبھی ایسی کسی بات کا اظہار تو نہیں ہوا۔''

''لفظوں سے نہ سہی، عمل سے تو ہوا ہے۔''

''میں نے اس عمل کو ایک اچھی دوستی کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔'' نرگس کی سنجیدگی برقرار رہی۔ ''اور ایک اچھے دوست کی طرح تمہیں اس بات سے خوش ہونا چاہیے کہ میں ایک اچھے مستقبل کی طرف بڑھنا چاہتی ہوں۔''

''اچھا مستقبل؟'' دانیال نے افسردگی سے کہا۔ ''یعنی دولت؟''

''ہاں۔'' نرگس نے جواب دیا۔ ''اچھا مستقبل دولت سے ہی بن سکتا ہے۔ دیکھو دانیال! اس اچھے کالج میں پڑھنے کے علاوہ میری زندگی میں محرومیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب اگر میں ان محرومیوں سے دور نکل جاؤں تو ایک اچھے دوست کی طرح تمہیں اس پر خوش ہونا چاہیے۔''

''تمہیں یقین ہے کہ اس طرح تمہاری زندگی میں خوشیاں آجائیں گی؟''

''خوشیاں دولت ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔''

''محبت سے بھی خوشیاں ملتی ہیں اور ارشد تمہیں محبت نہیں دے سکے گا۔ دولت مند لوگ محبت بھی دولت مندوں ہی سے کرتے ہیں۔''

''وہ مجھ سے محبت کا اظہار کر چکا ہے۔''

''محبت کا اظہار کرنے اور محبت ہونے میں بہت فرق ہے۔ ارشد کا اظہارِ محبت... محبت نہیں۔ دولت مند لوگ...''

''پلیز دانیال! ارشد کے خلاف ایسی باتیں نہ کرو۔ یہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔ اس قسم کی باتوں سے میری اور تمہاری دوستی بھی ختم ہو جائے گی۔ میں ارشد سے محبت کرنے لگی ہوں۔''

''ارشد سے یا اس کی دولت سے؟'' دانیال کے لہجے میں تلخی آگئی۔

''دانیال۔'' نرگس کو غصہ آگیا اور پھر وہ مزید کچھ کہے سنے بغیر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ان دونوں میں یہ باتیں کالج کی راہداری میں ہوئی تھیں۔

دانیال کو افسوس ہوا کہ اس کے منہ سے ایک سخت بات نکل گئی تھی۔ لیکن اسے یہ خیال بھی رہا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا، وہ غلط نہیں تھا۔

اس دن کے بعد سے نرگس نے دانیال سے بات کرنا بھی چھوڑ دی۔ اس کا ارشد کی طرف تیزی سے جھکاؤ کالج کے زیادہ تر لڑکوں اور لڑکیوں نے بھی محسوس کر لیا۔

وقت گزرتا رہا۔ کچھ دن بعد ارشد کبھی کبھی موٹر سائیکل پر بھی آنے لگا۔ کسی سے دانیال کے علم میں آیا کہ نرگس اس سے موٹر سائیکل چلانا سیکھ رہی تھی۔

دانیال کا دل اس کے بعد بھی نرگس ہی کے لیے دھڑکتا رہا۔ کبھی کبھی یہ بھی سوچتا کہ دولت کی چکا چوند میں نرگس کوئی دھوکا نہ کھا جائے۔

کچھ وقت اور گزرا۔ ارشد اور نرگس کی ملاقاتوں میں

کوئی فرق نہیں آیا لیکن دانیال نے یہ ضرور محسوس کیا کہ نرگس متفکر نظر آنے لگی تھی۔ کبھی کبھی وہ کینٹین میں یا کالج کی کسی اور جگہ تنہا ہوتی تو بہت کھوئی کھوئی سی نظر آتی۔

کیا ہوسکتا ہے... دانیال سوچتا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ نرگس کے گھر والے اس کا رشتہ ارشد سے نہ کرنا چاہتے ہوں؟

پھر ایک دن ایسا آیا جب ارشد اور نرگس کالج نہیں آئے۔

دوسرے دن... اور پھر تیسرے دن بھی نہیں آئے۔

اب دانیال کو تشویش ہونے لگی۔ کالج کے دوسرے لڑکے لڑکیاں بھی ان دونوں کے نہ آنے پر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

پانچویں دن کسی طرح دانیال کے علم میں آیا کہ کالج کی انتظامیہ نے ان دونوں کے گھروں سے رابطہ کیا تھا۔ نرگس کے والد نے بتایا تھا کہ اب وہ اپنی بیٹی کو مزید نہیں پڑھانا چاہتے اور اس کی شادی کررہے ہیں۔ دانیال کے والد نے بتایا تھا کہ ارشد کے کسی چچا کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی اس لیے وہ انہیں دیکھنے اچانک امریکا چلا گیا تھا۔

گویا یہ بات طے پاگئی تھی کہ ارشد اس شہر میں نہیں تھا۔

دانیال نے نرگس کے گھر کے چکر لگائے اور کسی نہ کسی طرح اس کے علم میں آگیا کہ نرگس گھر پر نہیں تھی اور اس کے والد شدید علیل تھے۔

پھر دانیال نے کالج کی انتظامیہ کے دو آدمیوں کی باتیں بھی سنیں۔ وہ نرگس اور ارشد ہی کے بارے میں گفتگو کررہے تھے۔ ان دونوں ہی نے محسوس کیا تھا کہ ارشد کا باپ کچھ غصے میں بھی تھا۔

دانیال کو ایک ایسا خیال آیا کہ اس کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ارشد، نرگس کو بھگا لے گیا ہو۔

یہ ایک امکان بہرحال تھا کہ ارشد کے باپ کو بھی ایک ''معمولی لڑکی'' سے اپنے بیٹے کا رشتہ منظور نہ ہو اور اسی لیے ارشد، نرگس کو لے کر اس شہر سے بھاگ لیا ہو۔ اسی سبب سے باپ کو اپنے بیٹے پر غصہ ہو۔

دوسری طرف نرگس کے باپ کی علالت اس صدمے سے بھی ممکن تھی کہ ان کی بیٹی کسی کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی ہے... انہوں نے اس کی رپورٹ شاید بدنامی کے ڈر سے نہ کروائی ہو۔

ان خیالات سے دانیال اپنے وجود میں ہی بکھر کر رہ گیا۔ پڑھائی سے اس کا دل اچاٹ ہوگیا۔ یہ شاید ایک معجزہ ہی تھا کہ اس نے فائنل ایئر کا امتحان پاس کرلیا۔

اس کے بعد چودہ سال گزر گئے لیکن دانیال، نرگس کو نہیں بھلا سکا۔

اور اب نرگس کچھ اس انداز سے سامنے آئی تھی کہ دانیال کا دماغ چکرا گیا تھا۔ اس سے پہلے جب اس نے بلائنڈ ماسٹر کے بارے میں جو رپورٹ پڑھی تھی، اس سے وہ جان چکا تھا کہ بلائنڈ ماسٹر کا اصل نام آفتاب ہے۔ رپورٹ میں اس کے ماضی کے بارے میں بھی کچھ باتیں تھیں۔ اس کا باپ افتخار احمد سرکاری ملازم اور ایک شریف آدمی تھا جس نے بیٹے کے بگڑتے انداز دیکھ کر اسے گھر سے نکال دیا تھا۔

اس رپورٹ سے یہ بات صاف ظاہر تھی کہ وہ نرگس کا بھائی تھا اور اب نرگس جس انداز سے سامنے آئی تھی، اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ نوگو ایریا .... میں اپنے بھائی ہی سے ملنے گئی ہوگی۔

میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی نے دانیال کو چونکایا۔ دوسری طرف سے ڈی ایس پی دانش بول رہا تھا۔

''وہ اس علاقے سے نکل آئی ہے سر... آپ کی ہدایت کے مطابق اسے روک کر پوچھ کچھ نہیں کی گئی۔ بس تعاقب کرکے اس کا گھر دیکھ لیا گیا ہے۔ اس کے گھر پر نرگس زماں کے نام کی پلیٹ لگی ہوئی ہے اور...''

''نرگس زماں؟'' دانیال چونک پڑا۔

''جی ہاں سر... کیا آپ اس نام سے واقف ہیں؟''

''نہیں۔'' دانیال نے جلدی سے کہا۔

''آپ چونکے تھے یہ نام سن کر... اس لیے خیال آیا مجھے کہ آپ شاید جانتے ہیں۔ آپ کے بھائی کا گھر بھی تو وہیں ہے نا جہاں آپ ٹھہرے ہیں۔''

''اور کچھ بھی بتا رہے تھے آپ؟'' دانیال نے اس کا سوال نظر انداز کیا۔

''جی ہاں، رجسٹریشن آفس سے رابطہ کیا گیا تھا۔ کار کے نمبر سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کار نرگس زماں ہی کے نام سے رجسٹرڈ ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی کچھ سوچ رہا ہوں، تھوڑی دیر بعد بات کروں گا آپ سے۔''

دانیال نے جواب کا انتظار کیے بغیر ریسیور رکھا اور کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کے تصور میں وہ بنگلا تھا جو وہ اپنے بھائی کے گھر کے قریب دیکھ چکا تھا اور سوچ چکا تھا کہ

یہ شاید وہ نرگس زماں ہو جو ایک اخبار میں کالم لکھا کرتی ہے۔

لیکن اب اس کے دماغ میں یہ سوال تھا کہ وہ نرگس زماں کیوں ہے؟ اسے تو نرگس ارشد ہونا چاہیے تھا... کیا اس نے ارشد سے شادی نہیں کی تھی؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور یہ زماں کون ہے؟

☆☆☆

بلائنڈ ماسٹر ایک کمرے میں بیٹھا، جوجی کو کچھ ہدایات دے رہا تھا کہ اس کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے موبائل اٹھایا۔ اس کی اسکرین پر نظر آنے والا نمبر اسی کے گروہ کے کسی آدمی کا تھا۔

''بولو۔'' بلائنڈ ماسٹر نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''کالا سانپ کا ایک بندہ اپنے علاقے میں آیا تھا ماسٹر۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''گولی ماردی اسے؟'' بلائنڈ ماسٹر نے بڑے سکون سے پوچھا۔

''نہیں ماسٹر۔'' جواب ملا۔ ''ادھر وہ آیا تھا تو دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے سینے پر چوڑا سفید کپڑا بندھا تھا اور اس پر لکھا تھا ''قاصد''... ہم نے اس کو پکڑ لیا۔''

''اوہ۔'' بلائنڈ ماسٹر کے منہ سے نکلا۔ ''قاصد؟''

''ہاں ماسٹر... کالا سانپ نے بھیجا اس کو، وہ آپ سے ملنے کو مانگتا۔ کالا سانپ کوئی پیغام بھیجا ہے۔''

بلائنڈ ماسٹر کی پیشانی پر ایک موٹی سلوٹ ابھر آئی۔

''اب آپ جیسا حکم دو ماسٹر۔'' آواز آئی۔

''تلاشی لی اس کی؟''

''وہ تو فٹافٹ لی تھی ماسٹر... کچھ نہیں اس کے پاس... چاقو بھی نہیں... سب جیب خالی۔''

''پیغام کیا لایا ہے؟''

''نہیں بتاتا۔ بولتا ہے، بس آپ کو بتائے گا۔ اس کو ٹھونکنے کا بولیں تو ٹھیک رہے گا۔ اس کا باپ بھی بولے گا۔''

بلائنڈ ماسٹر سوچنے لگا۔ جوجی غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''اسے گزدر کے حوالے کردو۔'' بلائنڈ ماسٹر نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔ ''گزدر لے آئے گا اسے میرے پاس۔''

پھر اس نے جواب کا انتظار کیے بغیر رابطہ منقطع کردیا۔ موبائل بند کرکے اس نے جوجی کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ رکھ دو۔''

جوجی اس الماری کی طرف گیا جس کے بارے میں بلائنڈ ماسٹر نے نرگس کو بتایا تھا کہ اس میں وہ موبائل فون رکھ دیے جاتے تھے جن پر وہ ایک مرتبہ کسی سے بات کرلیتا تھا۔

خود بلائنڈ ماسٹر اس الماری کی طرف گیا جن میں وہ موبائل فون رکھے تھے جنہیں اس نے کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ اس سے دو موبائل فون نکال کر وہ اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔

جوجی بھی موبائل رکھ کر واپس اپنی جگہ آگیا تھا۔

بلائنڈ ماسٹر نے اسے بتایا کہ فون پر ملنے والی اطلاع کیا تھی۔

جوجی سوچتے ہوئے بولا۔ ''پہلے تو کبھی نہیں ہوا ایسا۔ وہ کیا پیغام بھیجے گا؟''

بلائنڈ ماسٹر نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ ''مجھے یہ پوچھنے کا خیال نہیں رہا کہ وہ لوگ اس وقت کہاں تھے۔ گزدر کے پاس پہنچنے میں انہیں کتنی دیر لگے گی؟ گزدر تو اسے لے کر دس منٹ میں یہاں پہنچ جائے گا۔''

بلائنڈ ماسٹر کے ٹھکانے تک پہنچنے کے دو راستے تھے۔ ایک راستے کے لیے ''گیٹ نمبر ایک'' اور دوسرے راستے کے لیے ''گیٹ نمبر دو'' کے الفاظ استعمال کیے جاتے تھے۔ ان دو راستوں کا علم اس کے گروہ کے صرف دو آدمیوں، جوجی اور گزدر کو تھا۔ گزدر ''گیٹ نمبر ایک'' سے واقف تھا۔ اسے ''گیٹ نمبر دو'' کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ ''نمبر دو'' کا علم جوجی کو تھا جس سے گزدر بے خبر تھا۔

''جب تک وہ نہیں آجاتا، ہم اپنی بات جاری رکھیں گے۔'' بلائنڈ ماسٹر نے جوجی سے کہا۔

ان دونوں میں پھر اسی موضوع پر باتیں ہونے لگیں جس موضوع پر فون آنے سے پہلے ہوتی رہی تھیں۔ اس گفتگو میں ''دانیال'' اور ''ایس پی دانیال'' کے الفاظ بار بار آرہے تھے۔

جو دو موبائل بلائنڈ ماسٹر الماری سے نکال کر لایا تھا، ان میں سے ایک فون کی گھنٹی پندرہ منٹ بعد بجی۔ وہ کال گزدر کی تھی۔ اس نے کہا۔

''ماسٹر! ابھی ایک آدمی کو...''

''مجھے معلوم ہے۔'' بلائنڈ ماسٹر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''تم اسے لے کر آؤ۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دینا۔ وہ جسمانی طور پر کیسا ہے؟''

''آسانی سے قابو آجائے گا ماسٹر۔'' گزدر کی آواز آئی۔ ''ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

’’ہاتھ باندھ کر لانا۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے درشت لہجے میں کہا اور پھر جواب کا انتظار کیے بغیر رابطہ منقطع کر کے اسے ’’آف‘‘ کیا پھر جوجی کی طرف بڑھا دیا۔

جوجی وہ بھی الماری میں رکھ آیا۔ اب بلائنڈ ماسٹر کے کسی آدمی کی کال آتی تو دوسرے موبائل پر آتی جو بلائنڈ ماسٹر کے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس سے رابطہ کرنے کے لیے اس کے آدمیوں کے پاس اس کے دس نمبرز ہوتے تھے۔ گروہ کا آدمی کسی ایک نمبر پر بلائنڈ ماسٹر سے رابطہ نہیں کر پاتا تھا تو دوسرا نمبر ملاتا تھا۔ دوسرا بھی نہ ملنے کی صورت میں تیسرا... چوتھا... اور پھر دسویں نمبر کی ضرورت بھی پیش آسکتی تھی لیکن ایسا ہوتا نہیں تھا۔ بعد میں انہیں ایس ایم ایس کے ذریعے مزید نمبرز مل جاتے تھے۔

’’آؤ۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر موبائل فون اٹھا کر کھڑا ہوا اور ایک دروازے کی طرف بڑھا۔

جوجی اس کے پیچھے چلا۔ ایک راہداری اور دو کمروں سے گزر کر بلائنڈ ماسٹر جہاں رکا، وہ ٹی وی لاؤنج تھا۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا ہوگا کہ اس علاقے میں بلائنڈ ماسٹر کا ٹھکانا ایسی کشادہ اور سجی سجائی جگہ ہوگی۔

بلائنڈ ماسٹر نے بیٹھتے ہوئے ریموٹ اٹھایا اور بڑی اسکرین کا ٹی وی آن کیا۔ اس کے اشارے پر جوجی بھی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ بلائنڈ ماسٹر نے خاصے چینل تبدیل کیے اور پھر ٹی وی بند کر کے جوجی کی طرف متوجہ ہوا۔

’’تو بس۔‘‘ اس نے جوجی سے کہا۔ ’’ایس پی دانیال کی ریکی شروع کروا دو۔ چند دن میں اس کے معمولات کا ریکارڈ بن جائے گا تو یہ طے کرنے میں آسانی ہوگی کہ اسے کس جگہ گولیوں کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر...‘‘

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک دروازے کے عقب میں آہٹیں سنائی دیں۔ بلائنڈ ماسٹر بات ادھوری چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہوا۔ جوجی کی نظر بھی ادھر اٹھ گئی۔ اس دروازے کو کھول کر گزدر ایک آدمی کو دھکیلتا ہوا اندر لایا۔ اس آدمی کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ سینے پر اب وہ سفید کپڑا نہیں تھا جس پر اطلاع کے مطابق ’’قاصد‘‘ لکھا ہوا تھا۔ وہ کپڑا بلائنڈ ماسٹر ہی کے آدمیوں نے ہٹایا ہوگا۔

بلائنڈ ماسٹر اپنے قیدی کو گھورنے لگا جس کی عمر تیس چالیس سال کے درمیان ہو سکتی تھی۔ اس کے چہرے سے جھنجلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

’’میرے ساتھ یہ سلوک ٹھیک بات نہیں۔‘‘ وہ بولا۔

’’پیغام کیا لائے ہو؟‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے اس کی بات پر دھیان دیے بغیر سکون سے کہا۔ ’’اچھا ہوگا کہ فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔‘‘

’’میرا باس تم سے فون پر بات کرے گا۔ تم اس سے بات کر لو یا اپنا نمبر مجھے دے دو۔ وہ فون کرے گا تمہیں۔‘‘

’’میں کر لیتا ہوں اسے فون۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے کہا۔ ’’مجھے اس کے وہ دونوں نمبر معلوم ہیں جو وہ استعمال کرتا ہے۔‘‘

’’تو اس کا رعب کیوں جماتے ہو مجھ پر۔‘‘ منہ بنا کر کہا گیا۔ ’’ہم بھی جانتے ہیں اس کا نمبر۔‘‘

’’اسے لے جاؤ۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے گزدر سے کہا۔ ’’وہیں ڈال دو۔‘‘

’’مجھے واپس جانا ہے۔‘‘ قیدی بپھرا۔

’’واپس ہی بھیج رہا ہوں۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے کہا اور پھر آنکھوں سے گزدر کو اشارہ کیا۔

گزدر اس شخص کو دھکے دیتا ہوا ایک دروازے کی طرف لے جانے لگا۔ اس ٹی وی لاؤنج میں تین دروازے تھے۔ ایک دروازے سے بلائنڈ ماسٹر اور جوجی وہاں آئے تھے۔ دوسرے سے کالا سانپ کے قاصد کو قیدی بنا کر لایا گیا تھا۔ اب گزدر اسے تیسرے دروازے سے لے جا رہا تھا۔

بلائنڈ ماسٹر کے الفاظ ’’وہیں ڈال دو‘‘ کا مطلب یہ تھا کہ قیدی کو لے جا کر تیزاب کے کنویں میں ڈال دو۔

جوجی ان الفاظ کے مطلب سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ اس تیزاب میں گوشت تو کیا، ہڈیاں بھی گل کر سیال بن جاتی تھیں۔

انسان کو ایسے تیزاب میں ڈالنا حد درجہ سفاکی تھی لیکن اس کا حکم صادر کرتے وقت بلائنڈ ماسٹر اتنا پُرسکون رہا تھا جیسے اس نے کسی معمولی بات کا حکم دیا ہو۔

گزدر جب اس آدمی کو لے گیا تو بلائنڈ ماسٹر موبائل فون پر نمبر ملاتے ہوئے بولا۔ ’’کیا بات کرنا چاہتا ہوگا وہ مجھ سے۔‘‘

جوجی خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

بلائنڈ ماسٹر موبائل کان سے لگائے ہوئے تھا، دو گھنٹیوں کے بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔ ’’ہیلو۔‘‘

’’بلائنڈ ماسٹر۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے کہا۔ ’’اس کی ضرورت نہیں تھی کہ میں تمہارے آدمی کو اپنا نمبر بتاتا۔ وہ

جا کر نمبر تمہیں دیتا پھر تم فون کرتے۔ میں نے سوچا، اتنی دیر کیوں لگائی جائے۔ میں خود تم کو فون کر لیتا ہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ تم مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو۔ کیا بات ہے؟‘‘

’’تم کو ہوشیار کرنے کا سوچا میں نے۔‘‘ آواز آئی۔ ’’وہ جو ایس پی اشرف تھا، اس کی کھوپڑی کے پرزے.... بیکار تھے۔ اس کی جگہ جو نیا آیا ہے، وہ مجھے خطرناک لگتا ہے۔‘‘

’’نیا آگیا اس کی جگہ؟‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے جوجی کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لہجے سے حیرت کا اظہار کیا۔

’’کل ہی آگیا تھا۔ میرے کو ایسی اطلاع فوراً ملتی ہے۔ دانیال نام ہے اس کا۔‘‘

’’دانیال۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے دہرایا۔ ’’لیکن تم مجھے یہ اطلاع دینے کے لیے بے چین کیوں ہو گئے؟‘‘

’’دیکھو ماسٹر... میں تمہارا دشمن... تم میرے دشمن... لیکن جو ہم دونوں کا دشمن... اس سے تو ہم دونوں کو مل کر لڑنا چاہیے۔‘‘

’’پہلے کبھی یہ بات نہیں سوچی تم نے۔‘‘

’’پہلے بات اور تھی۔ ایس پی اشرف بیکار آدمی تھا۔ یہ دانیال بہت خطرناک ہے۔ مجھے پتا چل گیا ہے اس کے بارے میں سب۔‘‘

’’خوب... تو بس یہی اطلاع دینا تھی؟‘‘

’’ایک بات اور۔‘‘ آواز آئی۔ ’’ابھی وہ اپنے آپ کو چھپا رہا ہے۔ وردی بھی نہیں پہنی اس نے۔ سرکاری گاڑی بھی نہیں لی۔ اس کی ریکی تو چالو کرا دیا ہوں۔ اسے ختم کرنا ہوگا۔ کلاشنکوف کا ایک برسٹ... دوسری دنیا کی سیر کرے گا وہ۔‘‘

’’یہ تو بالکل ٹھیک ہوگا۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

’’ایک پرابلم اور ہو سکتا ہے نا... ریکی میں دو چار دن بھی لگ سکتے ہیں۔ اگر اس نے ایک دو دن بعد ہی بلٹ پروف کار لے لیا تو پھر اس کو مارنا مشکل ہو جاوے گا۔‘‘

’’تم چاہتے ہو کہ اگر وہ بلٹ پروف لے تو اسے دھماکے سے اڑوا دوں؟‘‘

’’ہاں... بس اسی واسطے تم کو فون کرنے کو مانگتا تھا میں... اور کوئی دوسرا بات نہیں ہے۔‘‘

’’یہ کام ہو جائے گا اگر اس نے بلٹ پروف کار لی۔‘‘

’’ہم دونوں کی لڑائی تو رہے گی لیکن وہ ہم دونوں کا دشمن ہے۔‘‘

’’میں سمجھ گیا۔‘‘

’’میرا آدمی کو تم واپس بھیج دو۔‘‘

’’اسے بھیج دیا ہے۔ وہ جا چکا ہے۔‘‘

دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

’’بے وقوف۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر فون بند کر کے بڑبڑایا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ وہ جوجی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ’’وہ سمجھ رہا تھا کہ میں ایس پی دانیال سے بے خبر ہوں۔‘‘ پھر اس نے موبائل فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ’’یہ رکھ آؤ۔ نیا اٹھا لاؤ۔ بالکل آگے رکھا ہے۔‘‘

جوجی موبائل لے کر چلا گیا۔ بلائنڈ ماسٹر کچھ سوچنے لگا۔ جب جوجی دوسرا موبائل لے کر آیا، اسی وقت گزدر نے بھی قدم رکھا۔

’’ڈال آئے؟‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے اس سے پوچھا۔

’’یس ماسٹر... میں اب جاؤں؟‘‘

بلائنڈ ماسٹر نے سر کی جنبش سے اجازت دی۔ گزدر اسی دروازے سے چلا گیا جس دروازے سے کالا سانپ کے آدمی کو لے کر آیا تھا۔

’’یہ کالا سانپ خود کو بہت پہنچا ہوا سمجھتا ہے۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے جوجی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’کیا کہہ رہا تھا؟ دانیال کی کچھ بات تھی؟‘‘

بلائنڈ ماسٹر نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ کالا سانپ سے اس کی کیا گفتگو ہوئی تھی۔

جوجی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ’’ہم ابھی یہی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔‘‘ پھر اس نے پوچھا۔ ’’اس کی معلومات کے ذرائع کیا ہو سکتے ہیں ماسٹر؟‘‘

’’ڈی ایس پی دانش کا ایک ہیڈ کانسٹیبل اور ایک کانسٹیبل اسی کا آدمی ہے۔ اسی لیے کالا سانپ کی گرفتاری کے لیے ایس پی اشرف نے جو چھاپے مارے تھے، وہ ناکام رہے تھے۔ کالا سانپ کو اس ریڈ کی اطلاع پہلے سے مل جاتی ہے اور وہ اپنے علاقے سے غائب ہو جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر وہ بہت سینہ پھلا کر چلتا ہے۔ میں اگر چاہوں تو کسی وقت بھی اس سانپ کا پھن رگڑ سکتا ہوں۔‘‘

’’تو پھر کر ڈالیں نا یہ کام ماسٹر... سارا علاقہ ہمارے ہاتھ میں آجائے گا۔‘‘

’’اس کی ضرورت نہیں ہمیں۔ اس کا ختم ہو جانا ہمارے حق میں نہیں ہے۔ ابھی تو پولیس کی توجہ دو طرف بٹی

ہوئی ہے۔ پھر وہ یک سوئی سے ہماری طرف ہی متوجہ رہیں گے۔‘‘

جوجی نے افہامی انداز میں سر ہلایا پھر بولا۔ ’’ہم نے ابھی جو منصوبہ بندی کی تھی دانیال کے معاملے میں...‘‘

’’اس میں اب کچھ تبدیلی ہوگی۔ کالا سانپ دانیال کی ریکی شروع کروا چکا ہے۔ اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس کے بجائے اب ریکی کرنے والوں پر نظر رکھنا ہو گی۔ دانیال کو دھماکے سے اڑانے کا کام تو ہمیں ہی کرنا ہے۔ وہ کل بلٹ پروف گاڑی لے لے گا۔‘‘

’’یہ آپ کو کیسے معلوم ہوگیا ماسٹر؟‘‘ جوجی بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

بلائنڈ ماسٹر نے جواب دینے کے بجائے موبائل فون اٹھایا اور کالا سانپ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

’’ہیلو۔‘‘ دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جس سے بلائنڈ ماسٹر گفتگو کر چکا تھا۔

’’بلائنڈ ماسٹر بول رہا ہوں۔‘‘

’’کیا کوئی بات رہ گئی تھی؟‘‘

’’میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ تم نے جس آدمی کو میرے پاس بھیجا تھا، وہ...‘‘

’’وہ ابھی تک واپس نہیں آیا ہے لیکن آجائے گا۔ ٹائم تو لگتا ہے نا... تم کو اس کی کیا بات کرنا ہے؟‘‘

’’وہ اب تم تک نہیں پہنچے گا۔‘‘

’’کیوں؟‘‘ چونک کر پوچھا گیا۔

’’اس احمق کو یہاں کے راستوں کا علم نہیں تھا اور میرا کوئی آدمی اسے چھوڑنے نہیں گیا تھا۔ وہ بے وقوف ایک ایسی گلی میں داخل ہوگیا جو علاقے سے باہر کی سڑک تک جاتی ہے۔ ادھر سے ایک پولیس موبائل گزر رہی تھی۔ وہ پاگل اس موبائل کو دیکھ کر بھاگا تو پولیس نے اس سے رکنے کے لیے کہا اور جب وہ نہیں رکا تو پولیس نے اس پر گولی چلا دی۔‘‘

دوسری طرف سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی غرایا ہو۔

بلائند ماسٹر نے کہا۔ ’’ابھی میرے آدمیوں نے یہ اطلاع دی ہے مجھے۔ تمہارا آدمی گولی کھا کر گر پڑا تھا۔ پولیس والوں نے اسے اٹھایا اور موبائل میں ڈال کر لے گئے۔‘‘

’’وہ زندہ تھا یا...‘‘

’’میرے آدمیوں نے یہ سب کچھ دور سے دیکھا تھا۔ انہیں معلوم نہیں کہ اسے گولی کہاں لگی تھی اور وہ زندہ تھا یا مر گیا۔‘‘

دوسری طرف پھر غراہٹ سی ہوئی پھر جھنجلاہٹ یا غصے میں رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

بلائنڈ ماسٹر فون بند کر کے ہنسا۔ ’’اسے مطمئن کرنا ضروری تھا ورنہ وہ سمجھتا کہ میں نے اس کے آدمی کو چھوڑا ہی نہیں یا مروا دیا۔‘‘

’’اسے ختم تو آپ نے اسی لیے کروایا ہے کہ اس نے یہ جگہ دیکھ لی تھی۔‘‘

’’ہاں۔‘‘

’’گزر سے کہہ دیتے تو وہ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر لاتا۔‘‘

’’پٹی بندھی ہونے کی صورت میں بھی کچھ اندازہ تو کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اسے کس سمت میں لے جایا گیا تھا، کتنی دور لے جایا گیا تھا۔ پھر اسے زینے طے کر کے نیچے جانا پڑا تھا اور کچھ دور جانے کے بعد پھر کسی زینے سے اوپر چڑھنا پڑا تھا۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے وضاحت سے بتایا اور کھڑا ہوگیا۔ ’’دشمن اتنا بھی اندازہ لگالے تو مناسب نہیں۔‘‘

جوجی نے اثبات میں سر ہلایا۔

بلائنڈ ماسٹر جوجی کے ساتھ اسی کمرے میں آگیا جہاں وہ پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔

’’تم اب جاؤ۔‘‘ بلائنڈ ماسٹر نے جوجی سے کہا۔ ’’اور جو باتیں ہوئی ہیں، ان کے مطابق اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دو۔‘‘

جوجی اسی دروازے سے چلا گیا جہاں سے وہ نرگس زماں کو لایا تھا۔

بلائنڈ ماسٹر نے موبائل فون اس الماری میں رکھا جس میں استعمال شدہ موبائل فون ڈھیر تھے۔ پھر اس نے دوسری الماری سے نیا موبائل فون نکالا۔

☆☆☆

آٹھ بجے تھے جب دانیال گھر پہنچا۔ اسی وقت وہ علاقہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ دانیال کے علم میں آچکا تھا کہ اس وقت اس علاقے میں ایک گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔

شرجیل کے گھر میں یو پی ایس تھا جس سے ضرورت کے مطابق روشنی کر لی جاتی تھی۔ کال بیل بھی یو پی ایس کے ذریعے کام کرتی تھی۔

دانیال نے اپنی والدہ کے ساتھ چائے پی۔ شرجیل ان کے ساتھ نہیں تھا۔ والدہ نے بتایا کہ شرجیل اس وقت

اوپر ٹیرس پر جا کے چہل قدمی کیا کرتا ہے۔ چہل قدمی کر کے نیچے آتا تو دونوں ماں بیٹے کھانے کی میز پر پہنچ جاتے۔ گزشتہ روز سے کھانے کی میز پر پہنچنے والے تیسرے فرد، دانیال کا اضافہ ہو گیا تھا۔

دانیال نے اِدھر اُدھر کی کچھ باتیں کر کے چائے کا آخری گھونٹ لے کر والدہ سے پوچھا۔

’’سامنے کے گھروں کی رو میں کوئی عورت نرگس زماں بھی رہتی ہے؟‘‘

’’مجھے تو پڑوسیوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم بیٹا... گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے کہیں نکلتی ہی نہیں ہوں گھر سے۔ یہی بہت ہے کہ گھر میں چل پھر لیتی ہوں۔ بس ایک خاتون کبھی مجھ سے ملنے آجاتی ہیں، برابر کے گھر سے۔‘‘

’’شرجیل کو ضرور معلوم ہوگا۔‘‘ دانیال کھڑا ہوا۔

’’ہوسکتا ہے، اسی سے پوچھنا۔ کیا پولیس کا کچھ معاملہ ہے؟‘‘

’’کچھ ایسا ہی ہے امی۔‘‘ دانیال نے جواب دیا اور ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔

شرجیل ٹیرس پر ٹہل رہا تھا۔ اس نے دانیال کو سلام کیا۔

دانیال نے جواب دے کر کہا۔ ’’کیا روز اسی وقت لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے؟‘‘

’’ٹائم بدلتا رہتا ہے بھائی جان۔‘‘ شرجیل نے جواب دیا۔ ’’ایک ہفتے سے تو یہی ٹائم ہے جو آپ کل سے دیکھ رہے ہیں۔‘‘

’’ذرا ادھر آؤ۔‘‘ دانیال اس طرف بڑھا جہاں سے سڑک اور سامنے کے گھروں کو دیکھا جاسکتا تھا۔

جنریٹرز یا یو پی ایس وہاں سبھی گھروں میں تھے، اس لیے تھوڑی بہت روشنی تھی لیکن نرگس زماں کا بنگلا بالکل تاریک نظر آرہا تھا۔

’’آس پاس جو لوگ رہتے ہیں، ان کے بارے میں معلومات ہیں تمہیں؟‘‘ دانیال نے شرجیل سے پوچھا۔

’’دراصل ایک پولیس آفیسر ہونے کی وجہ سے میں جہاں رہتا ہوں، وہاں آس پاس رہنے والوں کے بارے میں واقفیت رکھنے کی عادت ہے مجھے۔‘‘

’’میں کچھ لوگوں کے بارے میں تو جانتا ہوں بھائی جان، سب کے بارے میں نہیں جانتا۔‘‘

’’جو جانتے ہو، وہی بتاؤ۔‘‘ دانیال ظاہر نہیں کرنا

اپنی ماں سے تم خود بات کرو۔ مجھے تو وہ بدکلام، غبی اور جاہل کہتی ہے!

چاہتا تھا کہ اسے دراصل نرگس زماں کے گھر کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھیں۔

شرجیل نے سامنے کے تین گھروں کے بارے میں جزوی یا مکمل معلومات کا اظہار کرنے کے بعد کہا۔ ’’وہ بنگلا جو بالکل تاریک پڑا ہے، اس کے بارے میں ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے آپ ضرور سوچیں گے۔‘‘

’’ایسی کیا بات ہے؟‘‘ دانیال اسی گھر کے بارے میں معلومات چاہتا تھا۔

’’اس گھر میں ایک عورت اپنے بارہ چودہ سال کے بیٹے کے ساتھ رہتی ہے۔‘‘ شرجیل نے بتایا۔ ’’پھاٹک پر نرگس زماں کے نام کی پلیٹ لگی ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہو گا نا بھائی جان کہ اس عورت ہی کا نام نرگس ہوگا۔ لڑکا شاید بیٹا ہوگا۔ زماں اس کے شوہر کا نام ہوسکتا ہے۔ یہاں پڑوسیوں میں میرے کسی حد تک بے تکلفانہ تعلقات صرف ایک صاحب سے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تین سال سے اس بنگلے میں مقیم ہے۔ عورت خوب صورت ہے۔ آس پاس کسی سے اس کا ملنا جلنا نہیں ہے۔ جب وہ آئی تھی تو دو ایک خواتین سے اس کا تھوڑا بہت میل جول ہو گیا تھا لیکن جب ایک خاص بات سامنے آئی تو ان خواتین نے بھی اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔‘‘

’’ایسی کیا خاص بات ہوگئی؟‘‘

’’جن خواتین سے اس کا شروع میں میل جول ہوا تھا، ان کو اس نے بتایا تھا کہ وہ بیوہ ہے۔ ایسی صورت میں اس کا میل جول صرف اعزا یا قریبی واقف کاروں سے ہونا چاہیے اور وہ بھی کھلے عام لیکن ایسا نہیں ہے۔ جو بھی اس سے

ملنے آتا ہے، بہت چوری چھپے آتا ہے۔"

"چوری چھپے؟ کیسے؟"

"جب علاقہ تاریک ہو جاتا ہے، میرا مطلب ہے جب لوڈ شیڈنگ شروع ہوتی ہے تو وہ اس گلی سے نکلتا ہے۔" شرجیل نے اس گلی کی طرف اشارہ کیا جو نرگس کے بنگلے کے برابر میں تھی۔ "وہاں سے وہ بہت تیزی سے چلتا ہوا اس عورت کے بنگلے کے پھاٹک پر پہنچتا ہے اور پھاٹک کھول کر اندر چلا جاتا ہے۔ اس وقت پھاٹک اندر سے بند نہیں ہوتا۔"

"تم ایسا ہوتے ہوئے خود دیکھ چکے ہو یا کسی نے تمہیں بتایا ہے؟" دانیال کو یہ جان کر تکلیف ہوئی تھی کہ نرگس کی زندگی اس طرح گزر رہی تھی۔

شرجیل بولا۔ "جن صاحب سے میرے کچھ بے تکلفانہ تعلقات ہیں انہوں نے بتایا تھا مجھے۔ میں یہاں ٹہلنے کے لیے روز ہی آتا ہوں مگر ان صاحب کے بیان کی تصدیق کے لیے میں ایک شام اس وقت ٹیرس پر آیا جب لوڈ شیڈنگ کا وقت قریب تھا۔ جیسے ہی لائٹ غائب ہوئی، میں نے وہی کچھ دیکھا جو مجھے بتایا گیا تھا۔"

دانیال نے کچھ رک کر پوچھا۔ "کیا روزانہ ایسا ہوتا ہے؟"

"نہیں۔" شرجیل نے جواب دیا۔ "پندرہ بیس دن یا مہینا بھر میں ایسا ہوتا ہے۔ کبھی ایک ہفتے کا وقفہ ہوتا ہے۔"

"آنے والے مختلف لوگ ہیں؟"

"اس بارے میں کہنا مشکل ہے بھائی جان... اسے اتفاق کہیں یا کچھ اور... ہماری گلی میں آٹومیٹک جنریٹر یا آٹومیٹک یو پی ایس دو ایک ہی ہیں۔ اسی لیے لوڈ شیڈنگ کے بعد یو پی ایس یا جنریٹرز چلنے میں پندرہ بیس سیکنڈ یا آدھا منٹ لگ جاتا ہے۔ اتنی دیر کے لیے بالکل تاریکی چھا جاتی ہے۔ اس بنگلے میں جانے والا شخص بس سائے کی طرح نظر آتا ہے۔"

"جسامت کا فرق تو محسوس کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں اگر مسلسل نظر رکھی جائے تو جسامت کے فرق کا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن میں نے اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ آج سے پہلے میں نے صرف دو مرتبہ ایسا ہوتے دیکھا تھا یا آج دیکھا ہے۔"

"آج گیا ہے کوئی اس بنگلے میں؟"

"جی ہاں۔ ابھی لوڈ شیڈنگ شروع ہوئی تو میں نے دیکھا۔"

"وہ جائے گا کس وقت؟"

"یہ میں نے تو کبھی نہیں دیکھا لیکن جن صاحب نے مجھے اس بارے میں بتایا تھا، انہی کے بیان کے مطابق دوبارہ جب لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے، اسی وقت وہ بنگلے سے نکل کر گلی میں جاتا ہے۔"

"گویا سات گھنٹے اس بنگلے میں گزارنے کے بعد؟"

"جی۔"

"لوڈ شیڈنگ کے اوقات شروع سے یہی ہیں؟"

"جی نہیں۔ سال چھ ماہ میں تبدیلی تو آتی ہے لیکن یہ طے ہے کہ دن میں دو مرتبہ اور رات کو دو مرتبہ لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔ جو بھی اس گھر میں آتا ہے، وہ لوڈ شیڈنگ ہی کے وقت آتا ہے اور دوسری لوڈ شیڈنگ کے وقت جاتا ہے۔"

"یہ گلی کہاں ختم ہوتی ہے؟" دانیال کے دماغ میں سوالات مسلسل امنڈ رہے تھے۔

"دو قطاریں ہیں بنگلوں کی، اس کے بعد پھر ایسی ہی پتلی سڑک ہے جیسی یہ ہماری ہے۔"

"اس عورت کے گھر میں اندھیرا ہی رہتا ہے؟"

"کم از کم باہر تو مکمل اندھیرا ہی رہتا ہے۔ اندر کے کمروں میں تو روشنی کا کوئی بندوبست لازمی ہوگا۔"

"ابھی جو آیا ہے، وہ اسی وقت جائے گا جب دوبارہ لوڈ شیڈنگ ہوگی؟"

"یہ تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن معمول یہی رہا ہے۔"

"ہوں۔" دانیال خاموش ہو گیا۔

شرجیل ہنسا۔ "پولیس آفیسر کی حیثیت سے آپ متجسس تو ہو گئے ہوں گے۔"

"قدرتی بات ہے کیونکہ یہ گھر اسی گلی میں ہے جہاں میں آ کر رہا ہوں، ورنہ سارے ہی بڑے شہروں میں ایسے گھر ہوتے ہیں جہاں لوگوں کی آمد و رفت چوری چھپے رہتی ہے۔"

"کیا آپ اس عورت کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں گے؟"

"علاقائی ایس ایچ او دیکھتا ہے اس قسم کے معاملات۔" دانیال نے سرسری انداز اپنایا۔ "تم سے اتنی پوچھ گچھ میں نے صرف اس لیے کر ڈالی کہ عادت ہے اس کی۔ جہاں میں رہتا ہوں، وہاں کے ماحول سے باخبر رہنا میرے پیشے کا تقاضا ہے۔"

پھر دانیال نے نرگس اور اس کے گھر کے بارے میں مزید کوئی بات نہیں کی۔ اِدھر اُدھر کی چند باتوں کے بعد شرجیل کو ٹیرس پر ٹہلتا چھوڑ کر نیچے آ گیا۔ اس کی والدہ نے پوچھا۔

"معلوم ہوا کچھ شرجیل سے؟"

"جی ہاں لیکن آپ شرجیل کو نہ بتائیے گا کہ میں نے آپ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا تھا۔ اسے تو عادت ہے بال کی کھال نکالنے کی۔ مجھ سے پوچھ گچھ شروع کر دے گا وہ۔" دانیال ہنسا۔

"کیا تمہارے محکمے کا کوئی معاملہ ہے اس عورت سے؟"

"جی ہاں، ہے تو میرے ہی محکمے کا معاملہ لیکن وہ علاقے کا ایس ایچ او دیکھے گا۔ میں نے تو بس ایسے ہی پوچھ لیا۔ اچھا میں ذرا کپڑے تبدیل کر آؤں۔" دانیال گھر میں آتے ہی والدہ کے ساتھ چائے پینے بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں، بدل آؤ۔" والدہ نے کہا۔ "ذرا دیر میں شرجیل بھی اتر آئے گا ٹیرس سے... پھر کھانا کھائیں گے۔"

"جی میں آتا ہوں۔" دانیال کہتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جو اس کے لیے مخصوص تھا۔

ماں سے گفتگو کرتے ہوئے اس کے دماغ میں ہلچل مچی رہی تھی۔ جو کچھ اسے معلوم ہوا تھا، اس سے نرگس کے بارے میں بظاہر جو کچھ سمجھ میں آ رہا تھا، اس سے دانیال کو شدید اذیت پہنچ رہی تھی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر دانیال نے اسی دماغی ہلچل کے عالم میں موبائل پر ڈی ایس پی دانش سے رابطہ کیا۔

"آپ کی یہ کال اچانک ہے میرے لیے۔" ڈی ایس پی دانش چھوٹتے ہی بولا۔ اس کے لہجے میں استعجاب تھا۔ "کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے سر؟"

"ابھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ خاص ہے یا نہیں۔" دانیال نے کہا۔ "آپ فوراً دو معتمد آدمیوں کو نرگس زماں کے گھر کی نگرانی کے لیے بھیجیے۔ نرگس کے گھر کے برابر میں جو بنگلا ہے، اس کے بعد گلی ہے۔ وہ گلی جس سڑک پر ختم ہوتی ہے، ایک آدمی وہاں ہونا چاہیے اور ایک نرگس کے گھر کے سامنے۔ دونوں حتی الامکان خود کو پوشیدہ رکھیں۔ نرگس کے گھر میں اس وقت ایک شخص ہے۔ اس پر نظر رکھنی ہے۔ ابھی تو یہ علاقہ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے تاریکی میں ہے لیکن جب تک آپ کے آدمی یہاں پہنچیں گے لوڈ شیڈنگ ختم ہو چکی ہوگی۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ؟"

"ہمہ تن گوش ہوں سر! آپ کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں ہے۔"

"اچھا۔" دانیال نے کہا۔ "دوبارہ لوڈ شیڈنگ تین بجے شروع ہوگی۔ امکان ہے کہ وہ شخص لوڈ شیڈنگ شروع ہوتے ہی بنگلے سے نکل کر تیزی سے گلی میں جائے گا۔ گلی جس سڑک پر ختم ہوتی ہے، وہاں امکان ہے کہ اس کی کار کھڑی ہوگی۔ وہاں اس وقت ٹیکسی و یکسی تو مل نہیں سکتی، کار ہی کا امکان ہے۔ آپ کے آدمی کا کام صرف یہ ہوگا کہ اس کار کا نمبر نوٹ کر لے۔ میں اس کے تعاقب کے لیے بھی کہتا لیکن اس وقت اتنا سناٹا ہوگا کہ اسے فوراً اپنے تعاقب کا علم ہو جائے گا۔ کار کا نمبر معلوم ہونے کے بعد کل صبح رجسٹریشن آفس سے اس نمبر کی کار کے مالک کا نام معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کل میں آؤں تو رپورٹ دے دیجیے گا۔ ہاں اگر رات ہی کو کسی قسم کی کوئی غیر معمولی بات ہو تو مجھے اسی وقت کال کر کے بتائیے گا۔"

"ٹھیک ہے سر۔"

دانیال نے رابطہ منقطع کرنے کے بعد کپڑے تبدیل کیے۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنی والدہ اور شرجیل کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ انہی کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھتا رہا۔ پھر دس بجے کی خبریں سننے کے بعد اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ دماغ میں نرگس کے بارے میں خیالات مسلسل چکراتے رہے۔ وہ خیالات ماضی کے بھی تھے اور حال کے بھی۔

بلائنڈ ماسٹر سے نرگس کا تعلق آشکار ہونے پر اس کے دماغ میں اتنی ہلچل نہیں مچی تھی جتنی شرجیل سے حاصل کردہ معلومات کی وجہ سے مچی۔

نیند اس کی آنکھوں سے بالکل اڑی ہوئی تھی۔ ایک بجے بھی وہ جاگ ہی رہا تھا جب ڈور انٹر کام کی مدھم آواز اس کے کانوں میں آئی۔ ڈور انٹر کام لاؤنج میں تھا جس کا تعلق چوکیدار کی کوٹھری سے تھا۔ کال بیل بھی اس کی کوٹھری میں تھی۔ کسی کی آمد پر وہ ڈور انٹر کام سے ہی گھر میں اطلاع دیتا تھا۔

دانیال چونک کر بستر سے اٹھا۔ "اس وقت کون آ گیا؟" اس کے دماغ میں سوال گونجا۔

کچھ وقفے سے انٹر کام کی آواز پھر آئی۔

"شرجیل ہی کا کوئی جاننے والا ہو سکتا ہے۔" دانیال نے سوچا۔

اسی وقت دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ دانیال کے اندازے کے مطابق وہ آواز شرجیل کے کمرے کے دروازے کی تھی۔

قدموں کی آہٹ سنائی دی جو لاؤنج کی طرف جارہی تھی۔ وہ آہٹ بھی دانیال نے پہچان لی۔ وہ شرجیل ہی کی تھی۔ معدوم ہوجانے کے بعد آہٹ پھر سنائی دی جو قریب آرہی تھی۔ وہ دانیال ہی کے کمرے کے دروازے پر آکر رکی۔

''بھائی جان۔'' شرجیل کی مدھم آواز سنائی دی اور دروازہ بھی آہستہ سے کھٹکھٹایا گیا۔

اب دانیال تیزی سے اٹھ کر دروازے کی طرف گیا۔

''کیا بات ہے شرجیل؟'' اس نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔ ''خیریت؟ کون آیا ہے؟''

''کوئی آپ سے ہی ملنا چاہتا ہے بھائی جان۔''

''مجھ سے؟'' دانیال چونکا۔

''جی ہاں، چوکیدار یہی بتا رہا ہے۔ کال بیل کی آواز سن کر وہ پھاٹک پر جاکے پوچھتا ہے کہ کون ہے، پھر انٹرکام پر اطلاع دیتا ہے۔''

لاؤنج میں انٹرکام کا ریسیور لٹکا ہوا تھا۔ شرجیل نے وہ پکڑ کر اپنے کان سے لگایا۔ ''لو بھائی جان کو بتاؤ اسماعیل۔''

چوکیدار کا نام اسماعیل تھا۔

دانیال نے شرجیل سے ریسیور لے کر اپنے کان سے لگایا۔ ''اسماعیل! جو آیا ہے اس نے اپنا نام نہیں بتایا؟''

''جی نہیں صاب... بول رہا تھا کہ آپ اس کا نام نہیں جانتے۔''

دانیال کے چہرے پر فکرمندی کا تاثر بڑھ گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''وہ کار میں آیا ہے؟''

''یہ تو پتا نہیں صاب۔''

''اچھا ذرا ہولڈ کرو۔'' دانیال نے کہا پھر ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر شرجیل سے بولا۔ ''تم چوکیدار کو سمجھا دو کہ میں ابھی باہر آرہا ہوں۔ جب میں پھاٹک کے بالکل قریب پہنچ جاؤں، وہ اسی وقت پھاٹک کا ذیلی دروازہ کھولے۔ اس سے پہلے ہرگز نہیں۔ اور جو کچھ بھی دیکھے، وہ بھی کسی کو ہرگز نہیں بتائے۔''

''کیا معاملہ ہے بھائی جان۔'' شرجیل ریسیور لیتے ہوئے پریشان نظر آیا۔

''دیکھتا ہوں، کون آیا ہے۔ تم چوکیدار کو سمجھا دو۔''

جواب دے کر دانیال تقریباً دوڑتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا۔ اپنا ریوالور نکال کر اس نے کرسی پر پڑے ہوئے گاؤن کی جیب میں ڈالا، موبائل اٹھا کر دوسری جیب میں ڈالا اور گاؤن پہنتا ہوا کمرے سے نکلا۔ شرجیل انٹرکام بند کرچکا تھا۔

''تم باہر مت نکلنا۔'' دانیال اس سے کہتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

''کوئی خطرہ ہے کیا بھائی جان؟'' شرجیل کی پریشانی بڑھ چکی تھی۔

''خطرہ بھی ہوگا تو میں اسے نمٹنا جانتا ہوں۔ تم باہر مت نکلنا۔ اور ہاں، برآمدے اور پھاٹک کی لائٹ آف کردو۔''

''میں دروازے کی جھری بنا کر دیکھتا رہوں گا۔''

''گھبراؤ نہیں شرجیل! سب ٹھیک ہوجائے گا۔''

شرجیل نے دروازے کے قریب لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے دو بٹن ''آف'' کردیے۔

دانیال باہر نکل کر تیزی سے لیکن محتاط انداز میں پھاٹک کی طرف بڑھا۔ وہاں مکمل تاریکی اب بھی نہیں تھی کیونکہ آس پاس کے گھروں میں روشنی تھی۔

چوکیدار پھاٹک کے قریب دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ وہ بھی کچھ پریشان نظر آرہا تھا۔

دانیال نے پھاٹک کے بالکل قریب کھڑے ہوئے چوکیدار کو اشارہ کیا۔ اشارہ سمجھ کر چوکیدار نے ذیلی دروازے کی کنڈی پر ہاتھ رکھتے ہوئے، باہر کھڑے آدمی سے کہا۔ ''صاب آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔''

''اچھا۔'' باہر سے آواز آئی۔

چوکیدار نے کنڈی ہٹا کر ذیلی دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ''آئیں۔''

دانیال اب ریوالور اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔ جیسے ہی باہر کھڑا ہوا شخص اندر آیا، دانیال نے تیزی سے اس کے قریب پہنچ کر ریوالور اس کی گردن سے لگا دیا۔ ''ہاتھ اوپر اٹھادو۔''

آنے والے نے جلدی سے ہاتھ اوپر اٹھادیے۔ وہ شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔

دانیال نے ٹانگ مار کر ذیلی دروازہ بند کیا اور ایک ہاتھ سے آنے والے کا سارا جسم ٹٹولنے لگا۔

''میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے صاحب!'' آنے والے نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

چوکیدار پھاٹک کے ذیلی دروازے کی کنڈی لگا چکا تھا۔

دانیال نے خود بھی اطمینان کرلیا کہ آنے والا مسلح نہیں تھا۔

''کون ہو تم؟'' دانیال نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''میرا نام قادر ہے صاحب۔'' آنے والے اجنبی نے کسی قدر بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ''بہت سی بات بتانا ہے آپ کو۔''

''چلو۔'' دانیال نے اسے برآمدے کی طرف دھکیلا۔ ''اب تم اپنے ہاتھ نیچے کرسکتے ہو۔''

اجنبی نے برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے ہاتھ نیچے کرلیے۔

برآمدے میں پہنچ کر دانیال نے دیکھا کہ دروازے میں جھری تھی۔ ''دروازہ کھول دو شرجیل۔''

شرجیل نے دروازہ کھول دیا۔ دانیال نے اجنبی کو پھر دھکیلا۔ شرجیل کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس نے اپنی ساری زندگی میں ایسی صورت حال نہیں دیکھی ہوگی۔

دانیال نے اجنبی کو لاؤنج میں بٹھایا۔ اب روشنی میں وہ اس کا باقاعدہ جائزہ لے سکتا تھا۔ اس کی عمر چالیس بیالیس سال ہوسکتی تھی۔ رنگ سانولا اور نقش و نگار معمولی تھے۔

''تم مجھے کیسے جانتے ہو؟'' دانیال نے سختی سے پوچھا۔ پھر جواب کا انتظار کیے بغیر شرجیل کی طرف دیکھا۔ ''امی تو نہیں اٹھیں؟''

''نہیں بھائی جان۔''

دانیال پھر اجنبی کی طرف متوجہ ہوا۔

''میں کالا سانپ کے گینگ کا آدمی ہوں ایس پی صاحب۔'' قادر کے جواب نے دانیال کو چونکا دیا۔

''مجھے کیسے جانتے ہو؟'' وہ تیزی سے بولا۔

''گینگ کے سب لوگوں کو پتا لگ چکا ہے صاحب آپ کا... آپ کے لیے خطرہ ہے۔ وہ آپ کا ریکی کرا رہا ہے۔ موقع دیکھ کر آپ کو ختم کرانے کا سوچا ہے اس نے۔''

''تم یہ سب کچھ مجھے کیوں بتا رہے ہو جبکہ تمہارا تعلق اسی سے ہے؟''

''میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں صاحب۔'' قادر آبدیدہ ہوگیا۔ ''اس کے ایک آدمی نے میرے جوان بیٹے کو گولی ماردی صاحب! جان سے ختم کردیا اسے۔ میں خود تو

پلیز......اندر آجاؤ......بہت دنوں سے کسی سفید فام کو نہیں پکایا

اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ابھی میں بہت چھپ کر آیا ہوں آپ کے پاس۔ اسے پتا لگ جائے تو وہ میرا سارا گھر ہی برباد کردے گا۔ میری بیوی اور میرے دو بچوں کو بھی مروا دے گا۔''

''میں تمہاری باتوں پر کیوں یقین کروں؟''

''کل ثبوت مل جائے گا صاحب آپ کو۔ میں بالکل سچ بول رہا ہوں۔ وہ آپ کا ریکی کرا رہا ہے۔ دو کاریں آپ کے پیچھے لگی رہیں گی۔ ایک کار نیلے رنگ کی ہے... کرولا... دوسری بھورے رنگ کی ہے... ہنڈا... دونوں کے نمبر بھی بتا سکتا ہوں آپ کو۔''

دانیال کے دماغ میں کئی سوال چکرا رہے تھے لیکن اس نے وہ سوال کرنے سے پہلے قادر کے بتائے ہوئے نمبر اپنے موبائل میں فیڈ کیے۔ اس وقت اس نے گھڑی میں وقت بھی دیکھا۔ لوڈشیڈنگ شروع ہونے میں پانچ منٹ رہ گئے تھے۔

☆☆☆

نرگس اپنے بنگلے کے بیرونی دروازے سے نکل کر پھاٹک تک گئی۔ ویران سڑک کا جائزہ لینے کے بعد وہ واپس مڑی۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی جو اس نے جلائی نہیں تھی۔ ابھی لوڈشیڈنگ شروع نہیں ہوئی تھی لیکن بنگلے کا احاطہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ بنگلے کی کسی کھڑکی میں بھی روشنی نہیں تھی۔ نرگس بنگلے میں داخل ہوئی۔ وہاں بھی تاریکی تھی۔ نرگس نے دروازہ بند کرکے ٹارچ روشن کی۔ اس کی روشنی

میں وہ اپنی خواب گاہ تک گئی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے ٹارچ بجھا دی۔ کمرے میں تیز برقی روشنی تھی۔

”بس اب چلو۔ تین منٹ رہ گئے ہیں۔“ نرگس نے براؤن سوٹ والے سے کہا جو سگریٹ کے کش لیتا ہوا کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

بستر کی سائڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے ایش ٹرے میں سگریٹ بجھا کر براؤن سوٹ والا دروازے کی طرف بڑھا۔ نرگس وہیں کھڑی تھی۔ وہ دونوں باہر نکلے۔ نرگس نے خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے ٹارچ روشن کی۔ وہ دونوں تیزی سے بیرونی دروازے پر پہنچے۔ نرگس نے ٹارچ بجھا کر دروازہ کھولا۔ وہ دونوں باہر نکلے اور تاریکی ہی میں تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھے۔

آس پاس کے سبھی بنگلوں کے پھاٹک روشن تھے۔ کھڑکیوں میں بہت کم ایسی تھیں جو روشن ہوں۔ سوتے وقت لوگ زیادہ تر لائٹس بجھا ہی دیتے ہیں۔

وہ دونوں پھاٹک کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

”امان کے امتحانات اگلے ماہ شروع ہو رہے ہیں نا؟“ براؤن سوٹ والے نے پوچھا۔

نرگس دھیرے سے ہنسی۔ ”اب چلتے وقت خیال آیا ہے۔“

براؤن سوٹ والا جواباً کچھ کہتا مگر اسی وقت سارا علاقہ تاریکی میں ڈوب گیا۔

”نکلو۔“ نرگس نے جلدی سے پھاٹک کا ذیلی دروازہ کھولا۔

براؤن سوٹ والے نے بھی باہر نکلنے میں تیزی دکھائی۔ اب نرگس نے ذیلی دروازہ بند کیا اور واپس مڑی۔

اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر وہ بستر پر لیٹ گئی۔ کمرے میں اس وقت بھی روشنی تھی۔ آٹومیٹک یو پی ایس لائٹ جاتے ہی فعال ہو جاتا تھا لیکن ان اوقات میں اس سے صرف نرگس اور اس کے بیٹے امان کے کمرے میں روشنی ہوتی تھی۔ امان کے کمرے میں اس وقت صرف نائٹ بلب جلتا تھا۔

نرگس کچھ دیر تک کسی سوچ میں ڈوبی رہی پھر اٹھ کر باتھ روم میں گئی۔ شاور لے کر اس نے تولیے سے جسم خشک کیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ساڑی میں ملبوس اپنے کمرے میں رائٹنگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھی اپنا کمپیوٹر آن کرنے کے بعد میز پر رکھا ہوا ایک کاغذ پڑھ رہی تھی۔ اس کاغذ پر ان خبروں کے نوٹس تھے جن کا تعلق شہر کے ان علاقوں سے تھا جو نوگوایریا تھے۔ ان علاقوں سے متعلق پولیس اور سیاست دانوں کے بیانات کے نوٹس بھی تھے۔ وہ نرگس نے گزشتہ شام لکھے تھے۔ انہی کی روشنی میں اسے اخبار کے لیے کالم لکھنا تھا۔ نوٹس کئی مرتبہ پڑھنے کے بعد اس نے کاغذ ایک طرف رکھا اور پھر اس کے دونوں ہاتھ کی بورڈ پر پہنچ گئے۔ اس کی انگلیاں تیزی سے چلنے لگیں۔ کبھی کبھی وہ رک کر سوچنے لگتی۔

دو گھنٹے میں مضمون مکمل ہو گیا۔ اب اس نے مضمون پر نظر ثانی شروع کی۔ دس منٹ گزرے تھے کہ ڈور انٹر کام کی آواز آئی۔

نرگس سمجھ گئی کہ اس کا ملازم اور ملازمہ ہوں گے۔ وہ دونوں میاں بیوی تھے۔ بیوی تو گھر کا کام کاج کر کے دوپہر کے بعد اپنے گھر چلی جاتی تھی۔ اس کا شوہر گھر کا سودا سلف لانے کے علاوہ مالی کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ شام کو وہ بھی اپنے گھر چلا جاتا تھا۔ پھر دونوں میاں بیوی صبح چھ ساڑھے چھ بجے کے درمیان آجاتے تھے۔

نرگس نے جا کر پھاٹک کھولا اور وہ دونوں اندر آگئے۔

”میں ابھی جا کر امان کو اٹھاتی ہوں۔“ نرگس نے ملازمہ سے کہا۔ ”پندرہ بیس منٹ بعد تم ناشتا تیار کرنا۔“

”ٹھیک ہے بیگم صاب۔“

نرگس نے اندر آکر امان کے کمرے کا رخ کیا۔ اسے جگایا۔ جلدی سے تیار ہونے کی ہدایت کی اور اپنے کمرے میں آگئی۔ اس نے الماری سے وہ موبائل فون نکالا جو اسے بلائنڈ ماسٹر سے ملا تھا۔

بلائنڈ ماسٹر سے رابطہ ہوا تو وہ کچھ حیرت سے بولا۔

”خیریت؟... اتنی صبح؟“

”کل میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ کس وقت آؤں گی۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ امان آتا تو اسکول کی بس سے ہے لیکن اسے چھوڑنے میں ہی جاتی ہوں۔ ابھی میں اسے لے کر نکلوں گی اور اسے اسکول لے جانے کے بجائے سیدھی تمہارے پاس لاؤں گی۔“

اس گفتگو میں بالکل صحیح وقت کا تعین بھی کیا گیا۔ بلائنڈ ماسٹر نے گلی نمبر سات کی تاکید بھی کی۔

تھوڑی دیر بعد وہ امان کے ساتھ ناشتے کی میز پر تھی۔ وہ گزشتہ روز بھی امان کو ذہنی طور پر تیار کرتی رہی تھی کہ اب وہ اپنے ماموں کے ساتھ رہ کر وہ سب کچھ سیکھے گا جو

سیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اس سے ملنے کبھی کبھی وہاں آتی رہے گی اور کبھی اسے بھی گھر بلا لیا کرے گی۔

امان اس کی مخصوص تربیت اور انگریزی کی مار دھاڑ کی فلمیں دیکھ دیکھ کر ذہنی طور پر پچاس فیصد نہیں تو تیس فیصد ویسا بن چکا تھا جیسا نرگس اسے بنانا چاہتی تھی۔

”ابھی تم میرے ساتھ اپنے ماموں کے پاس چلو گے۔“ اس نے ناشتے کی میز پر امان سے کہا۔

”ابھی؟“ امان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

”ہاں۔“ نرگس اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ ”ابھی۔“

”اور اسکول؟“

”اسکول کو تو اب تم بھول ہی جاؤ۔“ نرگس نے کہا۔ ”تم جیسا بننا چاہتے ہو، ویسا ہی بنو۔ اس کے لیے تعلیم حاصل کرنا ضروری نہیں۔“

نرگس اسے یہ بھی بتا چکی تھی کہ اس کے ماموں کا خفیہ نام بلائنڈ ماسٹر ہے۔ یہ امان کے لیے ایک سنسنی خیز بات تھی اور اسے انگریزی فلموں کے کئی کردار یاد آگئے تھے جن کے بارے میں اس نے نرگس کو بھی بتایا تھا۔

جب وہ دونوں کار میں گھر سے روانہ ہوئے تو نرگس نے اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے امان سے کہا۔ ”اگلے موڑ کے بعد تم پچھلی نشست پر جا کے لیٹ جانا۔“

”کیوں مام؟“

”اس وقت تمہیں کسی کی نظر میں نہیں آنا چاہیے جب ہم نوگوایریا میں داخل ہوں گے۔ اس وقت وہاں فائرنگ بھی ہو سکتی ہے۔ گھبرانا مت۔“

”میں کیوں گھبراؤں گا مام! مجھے تو مزہ آئے گا۔“ امان کے چہرے پر ایسی سرخی پھیل گئی جیسے وہ انتہائی پُرجوش ہو گیا ہو۔

اگلے موڑ کے بعد وہ پچھلی سیٹ پر جا کے لیٹ گیا۔

ڈرائیونگ کرتے ہوئے بھی نرگس اپنے منصوبے پر غور کرتی رہی۔ اسے اپنی کامیابی کا یقین تھا لیکن یہ وہ اب بھی نہیں جانتی تھی کہ نتیجے میں کیا صورتِ حال بن سکے گی۔

نوگوایریا کی گلی نمبر سات سے بمشکل دو منٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ فضا دھماکوں سے گونجنے لگی۔ وہ دھماکے کلاشنکوف یا آٹومیٹک رائفلوں کے چلنے کی وجہ سے ہو سکتے تھے۔

”مام!“ امان چیخ پڑا۔

”چپکے لیٹے رہو۔“ نرگس نے تیزی سے کہا اور ساتھ ہی کار کی رفتار بھی خاصی تیز کر دی۔ اسے بلائنڈ ماسٹر کی بات یاد آگئی تھی۔ اس نے یہی کہا تھا کہ وہ گلی نمبر سات کے قریب پہنچے تو کسی طور بھی گھبراہٹ کا شکار نہ ہو۔

فائرنگ کرنے والے بلائنڈ ماسٹر ہی کے آدمی ہو سکتے تھے۔ انہوں نے پولیس والوں پر گولیاں برسائی ہوں گی۔ گولیاں چلنے کے وہ دھماکے آٹھ دس سیکنڈ ہی میں ختم ہو گئے تھے لیکن... سب کچھ متوقع ہونے کے باوجود نرگس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں کیونکہ یہ بہرحال اس کی زندگی کا پہلا تجربہ تھا۔

”مام!“ اس مرتبہ امان کی آواز پُرجوش تھی۔ ”کیا ہوا تھا یہ؟“

”اپنے ماموں سے پوچھنا۔“

”او کے مام۔“ امان ایک مرتبہ یکبارگی چیخ تو اٹھا تھا لیکن اب اس کی کیفیت ایسی تھی جیسے اس صورتِ حال نے اسے پُرجوش کر دیا ہو۔

پھر جب گلی نمبر سات سے پندرہ بیس سیکنڈ کا فاصلہ رہ گیا تھا، تو دو دھماکے پھر سنائی دیے۔

نرگس نے ان دھماکوں کے بعد بھی اپنے اعصاب پر قابو رکھا اور بریک لگائے ورنہ تیز رفتاری کے سبب وہ گلی نمبر سات سے آگے نکل جاتی۔

ان دھماکوں سے گلی کے مقامی لوگوں میں ہلچل مچ گئی تھی لیکن نرگس اس ہلچل کی طرف دھیان دیے بغیر کار کو تیزی سے آگے لیے چلی گئی۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ اور امان جوجی کی موٹر سائیکل پر بیٹھے تھے۔ موٹر سائیکل سرنگ میں دوڑ رہی تھی۔

امان بولا۔ ”ایسا ہی ٹنل میں نے ایک فلم میں دیکھا تھا مام۔“ اس کی آواز کی لرزش جوش کے سبب سے تھی۔

”تم اب ایسی بہت سی چیزیں دیکھو گے جو تم نے فلموں ہی میں دیکھی ہوں گی۔“ نرگس نے اسے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد موٹر سائیکل رکی۔ زینے طے کیے گئے۔ پھر نرگس اور امان اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں بلائنڈ ماسٹر ان کا منتظر تھا۔

”خوش آمدید۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ”فائرنگ کی آوازوں سے ڈر تو نہیں لگا؟“

”تم مجھے بتا چکے تھے آنی بھائی... لیکن دل کی دھڑکنیں ضرور تیز ہو گئی تھیں۔“ نرگس نے ہنس کر کہا۔ پھر امان سے بولی۔ ”یہ ہیں تمہارے ماموں۔“

”ہائے انکل!“ امان خوش خوش بلائنڈ ماسٹر کی طرف

بڑھا۔

بلائنڈ ماسٹر نے اسے خود سے لپٹا لیا۔ ”بہت پیارا بچہ ہے تمہارا۔“ اس نے نرگس سے کہا۔

”اب اپنے جیسا بھی بنا دینا اسے۔ یہ بھی جان لے کر حق مانگا نہیں جاتا، چھینا جاتا ہے۔“ نرگس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

بلائنڈ ماسٹر کے چہرے پر سوچ کا تاثر ابھرا اور پھر غائب ہو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”جانتی ہو، وہ گولیاں کیوں چلی تھیں؟“

”پولیس۔“ نرگس نے کہا۔ ”اس گلی کی بھی نگرانی کی جا رہی ہے۔“

”نگرانی تو ہر گلی کی کی جا رہی ہے۔ پولیس نے اپنے خیال کے مطابق بڑے خفیہ انداز میں کیمرے لگوا دیے ہیں۔ گلی کے قریب پہنچنے پر تم نے دو فائروں کی آوازیں سنی ہوں گی۔ وہ گولیاں انہی کیمروں پر ماری گئی تھیں۔ ٹکڑے اڑ گئے ان کے۔ اب پولیس نہیں جان سکے گی کہ تم اس گلی میں داخل ہوئی تھیں۔“

”اوہ۔“ نرگس کے منہ سے اتنا ہی نکلا۔

”اور اس سے پہلے۔“ بلائنڈ ماسٹر نے بتایا۔ ”جو زوردار فائرنگ ہوئی تھی، وہ میرے آدمیوں نے اس کار پر کی تھی جو تمہارا تعاقب کر رہی تھی۔“

اب نرگس چونکی۔ ”میری نگرانی کرائی جا رہی ہے؟“

”مجھے اس کا یقین تھا۔“ بلائنڈ ماسٹر نے کہا۔ ”کل تو کیمروں نے انہیں بتا دیا ہوگا کہ تم اس علاقے میں داخل ہوئی تھیں۔ ان کا چونکنا یقینی تھا کہ تم جیسی ماڈرن عورت اس علاقے میں کیوں داخل ہوئی۔ انہوں نے تم سے پوچھ گچھ نہیں کی ورنہ تم مجھے بتاتیں۔ انہوں نے تمہاری صرف نگرانی ہی کر کے حقیقت کی تہ تک پہنچنے کا سوچا ہوگا۔“

”مائی گاڈ۔“

”پروا مت کرو۔ مجھے ان لوگوں سے نمٹنا آتا ہے۔“ بلائنڈ ماسٹر نے کہا اور پھر امان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ ”تمہیں کیسا لگا میرے بچے... تم تو ضرور ڈرے ہو گے اس فائرنگ سے۔“

”میں تو نہیں ڈرا انکل! مجھے تو مزہ آیا تھا۔“

”گڈ۔“ بلائنڈ ماسٹر ہنسا پھر نرگس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”پوت کے پاؤں پالنے ہی میں نظر آ رہے ہیں۔“

”میں نے تم سے کہا تھا نا۔ میں امان کو اس قسم کی باتوں کے لیے ذہنی طور پر پوری طرح تیار کر چکی ہوں۔“

”انکل!“ امان بول پڑا۔

”ہاں میرے بچے۔“ بلائنڈ ماسٹر نے اس کی طرف دیکھا۔

”آپ کا نام بلائنڈ ماسٹر کیوں ہے؟ مام تو کہہ رہی تھیں کہ آپ آنکھیں بند کر کے بھی صحیح نشانہ لگا سکتے ہیں۔“

”تمہاری مام صحیح کہہ رہی تھیں۔“

”ریوالور ہے آپ کے پاس؟“

بلائنڈ ماسٹر نے ریوالور نکال کر دکھایا۔

”مجھے دیں۔“ امان نے پُرشوق انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا۔

”صبر میرے بچے۔“

نرگس ہنسنے لگی۔

بلائنڈ ماسٹر نے امان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں اتنا شوق ہے تو میں تمہیں ایک ہی مہینے میں بہت سچا نشانے باز بنا دوں گا۔ لیکن تم میرے ساتھ رہ سکو گے... اپنی مام کو چھوڑ کر؟“

”مام کہہ رہی تھیں کہ یہ کبھی کبھی آیا کریں گی۔ کبھی مجھے بلا لیا کریں گی۔“

”گڈ ہی گڈ۔“ بلائنڈ ماسٹر ہنسا۔

نرگس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

”ذرا چوکس رہنا۔“ بلائنڈ ماسٹر نے نرگس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اس علاقے کا ایک نیا... ایس پی آیا ہے اور اسی سڑک پر رہ رہا ہے جہاں تمہارا گھر ہے۔“

”کہاں؟“ نرگس نے چونک کر پوچھا۔

بلائنڈ ماسٹر نے بنگلے کا نمبر بتایا پھر کہا۔ ”نام دانیال ہے۔“

”دانیال؟“ نرگس چونکی۔

”کیوں! کیا جانتی ہو اسے؟“

”معلوم نہیں، جانتی ہوں یا نہیں۔“ نرگس الجھے ہوئے سے انداز میں بولی۔ ”دراصل میں نے جس کالج میں پڑھا ہے، وہاں بھی ایک دانیال تھا۔“

”یہ نام کم سننے میں آتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ یہ وہی ہو۔ اور اگر ہو بھی تو تمہیں اس کی پروا کیوں ہو۔ آخر یہ آفی بھائی ہے نا تمہارے ساتھ۔“

”میں یوں الجھ رہی ہوں کہ وہ میرے گھر کے قریب رہتا ہے۔“

”کسی بات کی پروا مت کرو، بس ہوشیار رہنا۔“

”اسے بھی تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں کہاں رہتی ہوں۔“

”تمہاری نگرانی سے یہ بات صاف ظاہر ہے۔ کل کیمروں کی آنکھوں نے تمہیں علاقے میں آتے دیکھا ہوگا اور اس نے تمہاری تصویریں ضرور دیکھی ہوں گی لیکن میں نے کہا نا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔“

نرگس کے سامنے صرف یہ سوال تھا کہ یہ کہیں وہی دانیال نہ ہو۔

☆☆☆

صبح دانیال ناشتا کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا، روانگی کی تیاری نہیں کی۔ اب اسے گھر سے نکلنے سے پہلے صورتِ حال پر غور کرنے کی ضرورت تھی۔ رات کو قادر خاصا کچھ بتا کر گیا تھا۔ اس نے قادر سے گھما پھرا کر ایسے سوالات کیے تھے کہ جواب میں اس کے منہ سے کوئی ایسا لفظ ضرور نکل جاتا جس سے اس کا بیان جھوٹ ثابت ہو جاتا یا کم از کم مشتبہ ہو جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اور دانیال اس کے بیان پر سو فیصد یقین لے آیا تھا۔

قادر کے بیان کے مطابق وہ دراصل کالا سانپ کے گینگ کا آدمی تھا لیکن بظاہر بلائنڈ ماسٹر کے گروہ سے ملا ہوا تھا۔ اس کا گھر بھی بلائنڈ ماسٹر کے علاقے میں تھا۔ اسے ان لوگوں کی کوئی بات معلوم ہوتی تھی تو وہ کالا سانپ کو اس کی اطلاع دے دیا کرتا تھا۔ اس طرح اس نے کالا سانپ کی خاطر اپنی اور اپنے بال بچوں کی زندگی شدید خطرے میں ڈال دی تھی۔ وہ کالا سانپ سے پوری طرح مخلص تھا لیکن اس کا صلہ اسے یہ ملا کہ اسے اپنے جوان بیٹے کی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔

دونوں گروہوں کے آدمیوں میں جھڑپ تو آئے دن ہوا کرتی تھی۔ گولیاں چلتی تھیں اور ایک دوسرے پر گرینیڈ بھی پھینکے جاتے تھے۔ ایسی ہی ایک جھڑپ میں کالا سانپ کے ایک جوان کارندے بلال نے قادر کے بیٹے انور کو گولی مار دی تھی جو بیس اکیس سال کا تھا۔

جب اس معاملے میں قادر نے کالا سانپ سے فریاد کی تو اسے خود ہی جھاڑ پھٹکار سننا پڑی۔ بلال کیونکہ کالا سانپ کا منہ چڑھا تھا اس لیے اس کی بات سچ سمجھی گئی تھی۔ کالا سانپ کا خیال تھا کہ اگر بلال کو کسی وجہ سے دشمنی ہوتی تو وہ قادر کے خلاف بھی ایسی کوئی بات کہہ سکتا تھا۔ اس کے برخلاف اس نے حیرت ظاہر کی تھی کہ قادر جیسے سچے اور اچھے ساتھی کا بیٹا آخر بلائنڈ ماسٹر کے لوگوں سے کیوں جا ملا۔

قادر کو دل مسوس کر رہ جانا پڑا لیکن دل میں اس نے یہ بات طے کر لی تھی کہ اب وہ کالا سانپ کے لیے کوئی کام نہیں کرے گا اور موقع ملنے پر اسے نقصان ہی پہنچائے گا۔

”اب میں اس گندے راستے پر نہیں چلوں گا صاحب۔“ قادر نے دانیال کے پاس سے جاتے وقت بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ ”جوان بیٹے کو مرتے دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ کالا سانپ اور بلائنڈ ماسٹر، دونوں ہی کا بیڑا غرق ہو۔“

اس نے دانیال کو دو قیمتی معلومات فراہم کی تھیں۔ اس کے بیان کے مطابق بلائنڈ ماسٹر کا ٹھکانا بہت ہی خفیہ تھا جس سے اس کے گروہ کے سب لوگ واقف نہیں تھے۔ دو تین ہی آدمیوں کو اس کا علم ہو سکتا تھا اور ان میں سے ایک کا نام گزدر تھا۔

بلائنڈ ماسٹر کے کسی آدمی نے گزدر کو کوئی اہم بات بتائی تھی اور جواب میں گزدر نے کہا تھا کہ وہ ابھی بلائنڈ ماسٹر کے پاس جا کر اس سے اس مسئلے پر بات کرے گا۔

گزدر کو جو بات بتائی گئی تھی، وہ قادر نہیں سن سکا تھا لیکن گزدر کا جواب اس نے سن لیا تھا اور بڑے محتاط انداز میں گزدر پر نظر رکھی تھی۔ تعاقب کر کے اس نے گزدر کو ایک جنرل اسٹور میں جاتے دیکھا تھا۔

اس گلی میں جو گھر تھے، ان سبھی گھروں کے مالکان نے اپنے مکانوں کے عقبی حصے میں دو بڑی یا تین چھوٹی دکانیں بنا کر کرائے پر اٹھا دی تھیں۔ گھر والوں کی آمدورفت کا راستہ دوسری طرف کی گلی میں تھا۔ اس گلی کے پار ایک میدان تھا جہاں بچے فٹ بال اور کرکٹ وغیرہ کھیلا کرتے تھے۔

گزدر جس جنرل اسٹور میں گیا تھا، اس کا نام چاند اسٹور تھا۔ اس کا مالک چاند خاں بلائنڈ ماسٹر کے گروہ سے ہی تعلق رکھتا تھا۔

قادر نے چاند اسٹور پر نظر رکھی۔ گزدر ڈیڑھ گھنٹے بعد اسٹور سے باہر آتا نظر آیا تھا۔

”مجھے بڑی حیرت ہوئی تھی صاحب۔“ قادر نے کہا تھا۔ ”گزدر کو اسی وقت بلائنڈ ماسٹر کے پاس جانا تھا لیکن بلائنڈ ماسٹر اس دکان میں تو نہیں رہتا ہوگا نا۔“

دانیال نے اس بات پر خیال ظاہر کیا تھا کہ جنرل اسٹور کے اندر کوئی دروازہ ہوگا جس سے وہ برابر کی دکان میں، وہاں سے اس کے برابر کی دکان میں اور اسی طرح کہیں سے کہیں نکل گیا ہو۔

لیکن قادر نے اس خیال سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ جنرل اسٹور کے دائیں بائیں کی دکانیں علاقے کے عام لوگوں کی تھیں جن کا بلائنڈ ماسٹر سے کوئی تعلق ہرگز نہیں ہوسکتا اور جنرل اسٹور جس مکان میں تھا، وہ قریب کی ایک مسجد کے امام کا تھا۔ قادر نے اپنے بچوں کی قسم کھا کر کہا تھا کہ امام صاحب سے زیادہ نیک آدمی اس نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا اس لیے ناممکن ہے کہ بلائنڈ ماسٹر امام صاحب کے مکان میں رہے۔

''تو پھر گزدر ڈیڑھ گھنٹے تک چاند اسٹور سے کیوں نہیں نکلا؟''

قادر کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''وہ تو میرے کو پتا نہیں صاحب۔'' اس نے کہا۔ ''میں نے تو بس وہ بتا دیا جو میں نے دیکھا تھا۔ شاید اس دکان میں کوئی تہ خانہ ہو۔ مگر نہیں صاحب! تہ خانے میں کوئی کتنا رہ سکتا ہے، کب تک صاحب؟ کب تک؟''

اس معاملے میں قادر چکرایا ہوا تھا لیکن یہ یقین اسے تھا کہ گزدر اس وقت بلائنڈ ماسٹر سے ہی ملنے گیا تھا۔

دوسری بات قادر نے وہی بتائی تھی کہ کالا سانپ دانیال کی نگرانی کروا کے اس کے راستے کی کوئی ایسی جگہ منتخب کرنا چاہتا ہے جہاں سے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کی جاسکے۔

قادر نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ جب کالا سانپ کو دانیال کے بارے میں معلوم ہوگیا تھا تو یہ ممکن نہیں کہ بلائنڈ ماسٹر اس سے بے خبر ہو۔

صبح بستر پر لیٹا ہوا دانیال انہی سب باتوں پر غور کر رہا تھا جن میں نکتے کی بات ''چاند اسٹور'' تھی۔ اس کے علاوہ اب دانیال کو اپنا خیال بھی رکھنا تھا۔ قادر پر مکمل یقین کے باعث اسے یہ یقین بھی تھا کہ وہ جب بھی گھر سے نکلے گا، قادر کے بتائے ہوئے رنگوں کی کاریں اس کی نگرانی کریں گی۔

پولیس کی وردی نہ پہنتا تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دشمن اس سے واقف ہوچکے تھے۔ اس کے خیال میں یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ کالا سانپ زیادہ دن تک اس کی نگرانی کرواتا۔ وہ عجلت میں کہیں بھی اور کسی وقت بھی اس پر فائرنگ کرواسکتا تھا۔

اب بلٹ پروف کار اس کے لیے ضروری ہوگئی تھی جسے لینے سے اس نے فوری طور پر تو انکار ہی کردیا تھا۔ اب اس نے سب کچھ سوچنے سمجھنے کے بعد موبائل پر آئی جی سے رابطہ کیا۔ ان دونوں میں تقریباً دس منٹ تک گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد اس نے موبائل پر ہی اپنے بھائی شرجیل سے بھی رابطہ کیا کیونکہ اس کے خیال کے مطابق شرجیل کو اب اپنے گھر میں نہیں بلکہ اپنے دفتر میں یا دفتر کے راستے ہی میں ہونا چاہیے تھا۔

''کہاں ہو؟'' دانیال نے رابطہ ہوجانے پر پوچھا۔

''دفتر جارہا ہوں بھائی جان! بلکہ قریب پہنچ چکا ہوں دفتر کے... کیوں خیریت؟''

''ہاں، خیریت ہی ہے۔ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ رات کو جو شخص آیا تھا، اس کی بیان کردہ باتوں کی وجہ سے اب میں اپنے طریقۂ کار میں تبدیلی کررہا ہوں۔ اب بلٹ پروف کار میرے لیے ضروری ہوگئی ہے۔ وہ ایک گھنٹے میں یہاں پہنچ جائے گی۔ میں ابھی گھر پر ہی ہوں لیکن یہاں واپس نہیں آؤں گا۔ پولیس لائن میں رہوں گا۔''

''یہ خیال تو مجھے بھی تھا کہ آپ کو بلٹ پروف کار لینا چاہیے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ آپ گھر کے بجائے پولیس لائن میں رہیں۔''

''ضروری ہے شرجیل۔'' دانیال نے نرم لہجے اور سمجھانے والے انداز میں کہا۔ ''کسی وقت میری وجہ سے یہاں بھی کوئی گڑبڑ ہوسکتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ امی کو کسی قسم کی پریشانی ہو۔ تم بھی ان سے کوئی ایسی بات نہ کہنا کہ وہ دماغی دباؤ کا شکار ہوجائیں۔ میں یہاں سے رخصت ہوتے وقت ان سے صرف اتنا کہوں گا کہ مجھے آئی جی صاحب کے حکم کی تعمیل کرنا پڑ رہی ہے۔''

''ٹھیک ہے بھائی جان... یہ تو میں بھی نہیں چاہوں گا کہ امی پریشان ہوں لیکن... کیا زیادہ خطرہ ہے؟'' شرجیل کے لہجے میں تشویش تھی۔

دانیال ہنسا۔ ''پولیس میں رہ کر خطرات سے تو کھیلنا ہی پڑتا ہے برادر... لیکن فوری طور پر ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ تم پریشان ہونے لگو۔''

شرجیل کو دلاسا دینے کے لیے چند باتیں کر کے دانیال نے رابطہ منقطع کیا ہی تھا کہ موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔ دانیال نے کال ریسیو کی۔ دوسری طرف ڈی ایس پی دانش تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، دانیال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیوں پریشان ہوگئے؟ میں آج کچھ دیر سے آؤں گا۔''

''یہ بات نہیں ہے سر!'' ڈی ایس پی دانش کا لہجہ

سنجیدہ تھا۔ ''میں آپ کو نرگس کے بارے میں اطلاع دینا چاہتا ہوں۔''

''خیریت؟'' دانیال نے تیزی سے کہا۔

''اس کار پر گولیاں برسا دی گئیں سر جس میں ہمارے دو آدمی نرگس کا تعاقب کررہے تھے۔''

''کس جگہ؟ کہاں گولیاں برسائی گئیں؟'' دانیال نے جلدی سے پوچھا۔ ''ہمارے دونوں آدمی...''

''وہ تو بجھیں خیریت ہی سے ہیں۔'' ڈی ایس پی نے جواب دیا۔ ''بس ایک کے بازو پر معمولی سا زخم آیا ہے۔ غالباً وہ دونوں ٹارگٹ تھے بھی نہیں۔ فائرنگ کا مقصد یہ ہوسکتا ہے کہ نرگس کا تعاقب جاری نہ رہ سکے۔ کار کے دو ٹائر برسٹ کیے گئے تھے۔ اس کے بعد فائرنگ کرنے والے غائب ہوگئے۔''

''کس جگہ ہوا یہ؟''

''اسی علاقے میں جہاں نرگس پہلے گئی تھی۔''

''تو کیا نرگس...''

''جی ہاں سر۔'' ڈی ایس پی نے دانیال کی بات کاٹی۔ ''نرگس غالباً آج بھی وہاں گئی ہے جہاں کل گئی تھی اور ہمارا یہ خیال بھی غلط ثابت ہوگیا کہ ہم نے وہاں کیمرے خفیہ طور پر لگائے تھے۔ غربی علاقے کی گلی نمبر سات کے کیمرے گولیاں مار کر توڑ دیے گئے ہیں۔''

''اوہ۔'' دانیال کے منہ سے نکلا۔

''میں اس سے ایک ہی نتیجہ اخذ کرسکا ہوں سر... نرگس غالباً گلی نمبر سات ہی سے... گئی ہوگی۔ اگر اس پر یقین کرلیا جائے کہ بلائنڈ ماسٹر سے نرگس کا کوئی تعلق ہے تو پھر بلائنڈ ماسٹر نے وہ کیمرے اسی لیے تباہ کروائے ہوں گے کہ ہمیں ان کیمروں کی وجہ سے اس علاقے میں نرگس کے داخلے کا علم نہ ہوسکے۔''

''ہوں۔'' دانیال نے متفکر انداز میں سر ہلایا۔ ''یہ عین ممکن ہے۔''

''بس یہی اطلاع دینی تھی سر۔''

''نرگس کا تو اب کچھ پتا نہیں ہوگا۔''

''ظاہر ہے سر! اس کا تعاقب جاری نہیں رہ سکا لیکن مجھے بڑی حد تک یقین ہے کہ وہ اس علاقے ہی میں ہوگی اس وقت۔''

''اچھا۔'' دانیال نے طویل سانس لی۔ ''میں آتا ہوں، گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں۔''

''رائٹ سر!''

فراخ دلی

کون کہتا ہے اسکاٹ لینڈ کے باشندے ضرورت سے زیادہ کنجوس ہوتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے اسکاٹ لینڈ کی فٹ بال ٹیم کے منیجر نے سینٹر فارورڈ کو اپنے دفتر میں طلب کیا اور اس سے کہا۔ ''ولیم! اس سیزن میں تم نے اتنے اچھے کھیل کا مظاہرہ کیا ہے کہ بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں اسپیشل بونس دیا جائے۔ یہ لو ہم تمہیں سو پونڈ کا چیک دیتے ہیں۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' کھلاڑی نے کہا۔ ''میں بورڈ کا تہ دل سے ممنون ہوں۔''

ٹیم کے منیجر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم اگلے سیزن میں بھی اتنے ہی اچھے کھیل کا مظاہرہ کرتے رہے تو چیئرمین صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس چیک پر دستخط بھی کردیں گے۔''

دانیال نے رابطہ منقطع کر کے اپنے بریف کیس سے سگریٹ کیس نکالا۔ وہ سگریٹ نوشی کا عادی نہیں تھا لیکن دماغ پر زیادہ دباؤ پڑ جانے کی صورت میں وہ پے در پے سگریٹ پھونکنے لگتا تھا۔

بلٹ پروف کار آجانے کے بعد وہ جب وہاں سے روانہ ہوا تو ایس پی کی وردی میں تھا۔ وردی کے نیچے اس نے بلٹ پروف جیکٹ بھی پہن لی تھی۔ جب احتیاط کرنا مقصود ہو تو مکمل ہی احتیاط کرنا چاہیے۔

اپنی والدہ سے اس نے وہی کہا تھا جو شرجیل کو بتا چکا تھا۔ اپنی کار اس نے وہیں چھوڑ دی تھی۔ اس کے علاوہ کرتا بھی کیا۔

''میں آرہا ہوں۔'' اس نے ڈی ایس پی کو فون پر اطلاع دے دی تھی۔

راستے میں قادر کے بیان کی تصدیق ہوگئی جس کا دانیال کو یقین بھی تھا۔ دو گاڑیاں وقفے وقفے سے اس کا تعاقب کررہی تھیں۔ نیلی گاڑی غائب ہوتی تو کسی طرح سے بھورے رنگ کی ہنڈا آجاتی۔ جب وہ غائب ہوتی تو پھر نیلے رنگ کی گاڑی آجاتی۔ یہ تعاقب کا ایک محتاط طریقہ تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ ان گاڑیوں کا موبائل فون پر آپس میں رابطہ ہوگا۔

دانیال پولیس اسٹیشن پہنچا تو اس کے احاطے میں موجود پولیس والوں نے اسے چونک کر دیکھا کیونکہ وہ اس

وقت وردی میں آیا تھا۔

جلد ہی وہ اپنے کمرے میں تھا۔ اس کے پیچھے ڈی ایس پی دانش بھی آ گیا۔ دانیال نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے کہ کوئی اور خاص اطلاع نہیں ہوگی ورنہ آپ خود ہی بتاتے۔''

''جی سر! کوئی اور اطلاع نہیں ہے۔''

''نرگس؟''

''معلوم نہیں سر! ہوسکتا ہے وہ ابھی اسی علاقے میں ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ واپس چلی گئی ہو۔ ہاں البتہ ایک بات آپ کو بتانا میں بھول گیا ہوں جو لوگ نرگس کے تعاقب میں تھے، انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ آج نرگس کے ساتھ تیرہ چودہ سال کا ایک لڑکا بھی تھا۔''

وہ اس کا بیٹا ہی ہوسکتا تھا۔ دانیال کو شرجیل سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ نرگس اپنے بنگلے میں دو ملازموں اور اپنے تیرہ چودہ سال کے بیٹے کے ساتھ رہتی تھی۔

دانیال کے لیے یہ بات قابلِ غور تھی کہ آج نرگس اپنے بیٹے کو بھی اس علاقے میں لے گئی تھی مگر اس نے ڈی ایس پی پر اپنے خیال کا اظہار نہیں کیا اور بولا۔ ''کسی اور گلی میں فائرنگ کی اطلاع آپ نے نہیں دی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر نرگس اس علاقے سے نکل گئی ہے تو وہ گلی نمبر سات ہی سے نکلی ہوگی۔''

''ممکن ہے سر! مجھے آپ نے کوئی ہدایت نہیں دی تھی اس لیے میں نے اس گلی کی نگرانی کے لیے کسی کو نہیں بھیجا تھا۔''

''خفیہ کیمرے اسی لیے لگوائے گئے تھے کہ نگرانی کرنے والے ہمارے اِکا دُکا آدمی گولیوں کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔''

''جی ہاں۔''

''گلی نمبر سات کے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں نقشے میں دیکھ چکا ہوں۔ اس طرف بنگلے ہیں۔ کیا وہاں رہنے والا کوئی شخص ہمیں بہ خوشی اس کی اجازت دے دے گا کہ اس کے بنگلے سے ہمارے دو ایک آدمی گلی نمبر سات کی نگرانی کر سکیں؟''

''ہر شخص ہی اجازت دے دے گا سر! وہاں رہنے والے سبھی لوگ جرائم پیشہ افراد کی وجہ سے آئے دن پریشان ہوتے ہیں۔ وہاں رہنے والا ہر شخص پولیس سے تعاون کرنے پر آمادہ ملے گا۔ وہ سبھی چاہتے ہیں کہ وہاں کسی طرح امن وامان ہو۔''

''تو پھر آپ کسی سے بات کیجیے گا... لیکن بہت خفیہ طور پر... کیمروں کا علم تو انہیں ہو چکا ہے۔ کم از کم اس بنگلے پر انہیں کوئی شبہ نہ ہو۔''

''میں اس معاملے کو آج ہی دیکھتا ہوں۔''

''اچھا ہاں جو ہمارے مخبر ہیں جن میں سے ایک کوئی دودھ والا بھی ہے؟''

''نصیرا دودھ والا۔'' ڈی ایس پی نے نام یاد دلایا۔

''کیا سب مخبر مکمل بھروسے کے ہیں؟''

''سو فیصد بھروسے کے ہیں سر! دراصل وہ اسی علاقے میں رہنے والے وہ لوگ ہیں جن کا بلائنڈ ماسٹر یا کالا سانپ سے کوئی تعلق نہیں۔''

''تو ان لوگوں کو... اچھا ہاں... اس علاقے میں چاند اسٹور کے نام سے کوئی جنرل اسٹور ہے؟''

ڈی ایس پی دانش نے کچھ رک کر سوچتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ اس نام کا ایک اسٹور ہے۔ ایس پی اشرف صاحب کی ہدایت پر میں اس علاقے میں کئی مرتبہ ریڈ کر چکا ہوں۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس نام کا ایک اسٹور وہاں دیکھا ہے۔'' پھر ڈی ایس پی یک بہ یک چونک کر بولا۔ ''مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا سر؟''

دانیال نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ اپنے سب مخبروں کو ہدایت کر دیجیے کہ وہ چاند اسٹور پر کڑی نظر رکھیں اور وہاں اس علاقے سے باہر کا کوئی فرد آتا جاتا نظر آئے تو آپ کو رپورٹ دیں۔ یہ ہدایت آپ ان مخبروں کو خود دیجیے گا اور انہیں یہ تاکید بھی کر دیجیے گا کہ وہ اپنی رپورٹ صرف آپ کو دیں۔''

''صرف مجھے؟'' ڈی ایس پی نے غور سے دانیال کی طرف دیکھا۔

''ہاں۔'' دانیال نے جواب دیا۔

''کیا آپ کو یہاں کسی پر شبہ ہو گیا ہے سر؟ کیا ہمارے لوگوں میں کوئی کالی بھیڑ ہے؟''

''اس کا جواب میں آپ کو کل دوں گا۔''

''بہتر ہے۔'' ڈی ایس پی دانش نے آہستہ سے کہا۔ پھر کچھ رک کر بولا۔ ''مگر کیا اب ہمیں صرف نگرانی کرنا ہے اس علاقے کی؟ وہاں کوئی ریڈ نہیں کرنا؟''

''نہیں۔'' دانیال نے جواب دیا۔ ''میں یہ تو ہرگز نہیں کہوں گا، نہ مجھے کہنا چاہیے کہ ایس پی اشرف صاحب اچھے پولیس آفیسر نہیں تھے لیکن میں ان کا اپنایا ہوا طریقہ

کار نہیں اپنانا چاہتا۔ بار بار ریڈ کرنے سے حاصل کیا ہوتا ہے؟ بس کچھ آدمی گرفتار کر لیے جاتے ہیں، اسلحے کی برآمدگی ہو جاتی ہے اور تو کچھ نہیں ہوتا۔''

''ٹھیک ہے سر! آپ نے مناسب ہی سوچا ہوگا۔ میں آج رات گلی نمبر سات کے سامنے والے کسی بنگلے کے مالک سے بات کر لوں گا۔''

''چاند اسٹور والی بات بھی بہت ضروری ہے۔ آپ ابھی اپنے کمرے میں جا کر موبائل پر ان سب کو ہدایت دے دیجیے۔''

''رائٹ سر!'' ڈی ایس پی دانش اٹھا، پھر جاتے جاتے رک کر ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''آپ نے کہا تھا سر کہ چند دن وردی نہیں پہنیں گے لیکن آج آپ نے وردی بھی پہنی ہے اور بلٹ پروف کار بھی لے لی ہے۔''

''ہاں۔'' دانیال نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''میں چاہتا تھا کہ جب تک ممکن ہو، یہاں اپنی موجودگی کو راز رکھوں لیکن اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ کالا سانپ کو میرے بارے میں اطلاع مل گئی ہے۔''

ڈی ایس پی چونکا۔

دانیال کہتا رہا۔ ''اور جب اس ڈفر کو معلوم ہو گیا ہے تو بلائنڈ ماسٹر بھی بے خبر نہیں رہا ہوگا۔''

''یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا سر کہ کالا سانپ کو...''

دانیال نے ڈی ایس پی کی بات کاٹ دی۔ ''میرا کوئی ذریعہ ہے، بعد میں کسی وقت بتاؤں گا۔''

ڈی ایس پی کو اپنے کمرے سے رخصت کرنے کے بعد دانیال نے سگریٹ سلگایا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ جو قدم اٹھانے کا خیال اس کے دماغ میں آیا ہے، وہ اس پر عمل کرے یا نہیں؟

کچھ دیر بعد اس نے گھنٹی بجا کر اپنے لیے چائے منگوائی، پھر چائے لانے والے کانسٹیبل ہی سے کہا۔ ''ذرا دانش صاحب سے کہو، میرے پاس آئیں۔''

''جی سر۔''

دانیال نے چائے کا گھونٹ لے کر ایک اور سگریٹ سلگایا۔ ابھی اس نے دوسرا ہی کش لیا تھا کہ ڈی ایس پی دانش کمرے میں داخل ہوا اور چونکا۔ اس نے دانیال کو پہلی مرتبہ سگریٹ پیتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے چونکنے کی یہ وجہ دانیال نے بھی سمجھ لی مگر اس بارے میں کچھ کہنے کی اسے کوئی ضرورت نہیں تھی۔

''بیٹھیے۔'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''سر! اگر آپ نہ بلاتے تو بھی میں آپ کے پاس آنے ہی والا تھا۔''

''کوئی خاص اطلاع؟''

''جی نہیں۔ میں بس ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں آپ کو۔ جب آپ نے محتاط ہونا ضروری سمجھ لیا ہے تو اپنے ساتھ گارڈز بھی رکھیے۔''

''اپنے ساتھ؟ آپ کا مطلب ہے اپنی گاڑی میں؟''

''جی ہاں، گاڑی بلٹ پروف سہی لیکن کسی جگہ آپ کو گاڑی سے اترنا بھی پڑ سکتا ہے۔ اس وقت گارڈز آپ کو اپنی آڑ میں رکھ سکتے ہیں۔''

دانیال خفیف مسکرایا۔ ''یعنی خطرہ ہو تو میرے بجائے ان کی جان چلی جائے۔''

ڈی ایس پی کچھ شپٹایا۔ ''یہ تو ہوتا ہے سر۔''

''نہیں۔'' دانیال سنجیدہ ہو گیا۔ ''میں اپنی فورس کے ہر جوان کی زندگی، اپنی زندگی سے کم قیمتی نہیں سمجھتا۔''

ڈی ایس پی نے اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا پھر بولا۔ ''تو پھر کم از کم دو موبائلیں تو اپنے ساتھ رکھیں۔ ایک آپ کی گاڑی کے آگے اور ایک پیچھے چلتی رہے۔''

''ہاں یہ کیا جا سکتا ہے مگر آج سے نہیں۔ آج مجھے ایک کام کرنا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ میرے ساتھ شوفر کے سوا کوئی نہ ہو۔ اسی کے بارے میں کچھ بات کرنے کے لیے آپ کو بلایا تھا۔''

''فرمائیے سر!''

''مخبروں سے بات ہوگئی؟''

''جی ہاں۔''

دانیال نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھایا، پھر ڈی ایس پی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنے ایک منصوبے کے بارے میں بات شروع کی۔

یہ میٹنگ پندرہ منٹ جاری رہی۔

''ٹھیک ہے۔'' ڈی ایس پی نے کہا۔ ''یہ کام آپ کی منشا کے عین مطابق ہو جائے گا۔''

اسے رخصت کرنے کے بعد دانیال نے موبائل پر شرجیل سے رابطہ کیا۔ اس سے گفتگو کرنے کے بعد اس نے میز کی دراز سے علاقے کے نقشے نکال کر میز پر پھیلائے۔

☆☆☆

دن گزر گیا۔ رات شروع ہوئے آدھا گھنٹا گزرا ہوگا جب دانیال اسی دن بلٹ پروف کار میں پولیس لائن سے نکلا

جہاں اس کے قیام کا بندوبست دو دن قبل ہی کیا جا چکا تھا۔

کار ڈرائیو ایک کانسٹیبل ہی کر رہا تھا لیکن اس کے جسم پر وردی نہیں تھی۔ پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا دانیال بھی اس وقت سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس نے تیسرے پہر کو پولیس لائن آکر پولیس کی وردی اتار دی تھی اور سادہ لباس پہن کر رات کی تاریکی پھیلنے تک جسمانی طور پر تو آرام ہی کرتا رہا تھا لیکن دماغ کو آرام کرنے کی مہلت اس لیے نہیں ملی تھی کہ وہ مسلسل سوچتا رہا تھا۔

اور اب اس کی کار سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی تو بھی وہ خالی الذہن نہیں تھا۔ اس نے ڈرائیور کو ہدایت کر دی تھی کہ اسے کن راستوں سے گزر کر کدھر جانا ہے۔

پندرہ منٹ بعد اس کی کار ایک بے حد روشن سڑک پر دوڑ رہی تھی جب اس کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ کال ڈی ایس پی دانش کی تھی۔

''جی سر۔'' ڈی ایس پی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

جواب میں دانیال نے پوچھا۔ ''پوزیشن؟''

''آپ کا تعاقب کرنے والی ہنڈا تو ابھی ابھی بائیں جانب مڑ کر میری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے اور دوسری سڑک سے کرولا اس شاہراہ پر آکر آپ کے تعاقب میں ہے۔''

''اور موٹر سائیکل؟ اور آپ کی کار؟''

''میں کرولا کے پیچھے ہوں۔ ہمارے درمیان چار گاڑیاں ہیں۔ موٹر سائیکل سوار کرولا کے بہت قریب ہیں۔''

''اچھا تو اب جو چوراہا آرہا ہے، وہاں سے میں دائیں جانب مڑوں گا۔ وہاں بہت کم ٹریفک ہوگا۔ روشنی بھی اس شاہراہ سے کم ہوگی۔ جب میری کار تین چار فرلانگ آگے نکل جائے تو موٹر سائیکل سواروں کو سگنل دے دیجیے گا۔''

''رائٹ سر۔''

دانیال نے رابطہ منقطع کر کے ڈرائیور سے کہا۔ ''چوراہے سے دائیں ہاتھ پر موڑ لینا؟'' اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بائیں جانب کا شیشہ تھوڑا سا کھولا۔

''ٹھیک ہے سر۔'' ڈرائیور نے جواباً کہا۔

یہ اتفاق تھا کہ سرخ سگنل مزاحم نہیں ہوا اور کار رکے بغیر لیکن رفتار کم کرتے ہوئے دائیں جانب مڑ گئی۔ پھر ڈرائیور نے رفتار میں اضافہ شروع کیا۔

پھر ایک منٹ بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی جو دھماکا ہوا، وہ یقیناً ٹائر برسٹ ہونے کا تھا۔ دانیال کی ہدایت ہی یہ تھی کہ موٹر سائیکل سوار، تعاقب کرنے والی کار کے ٹائر پر گولی چلانے کے بعد اتنی تیزی سے کسی طرف نکل جائیں کہ کوئی انہیں ٹھیک سے دیکھ بھی نہ سکے۔

دانیال کی کار کی رفتار یک لخت بہت زیادہ ہو گئی۔ ڈرائیور کو دانیال سے یہی ہدایت ملی تھی کہ فائر اور دھماکے کی آواز سنتے ہی کار کی رفتار تیزی سے بڑھائے اور پھر جو بھی موڑ آئے اسی طرف مڑ جائے۔

ہدایت کے مطابق کار ایک جانب مڑ بھی گئی۔

''جلدی جلدی دو تین موڑ اور لے لو۔'' دانیال نے کہا۔

ڈرائیور نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔

''بس اب بائیں جانب موڑ لینا اور سیدھے چلتے رہنا۔'' دانیال نے ڈرائیور کو ہدایت کی پھر گھڑی پر نظر ڈال کر بولا۔ ''رفتار تیز ہی رکھنا۔''

ڈرائیور نے کار بائیں جانب موڑ کر ایکسلریٹر پر اپنے پیر کا دباؤ بڑھا دیا۔

دانیال نے موبائل فون پر ڈی ایس پی دانش سے کہا۔ ''کرولا تو اس قابل رہی نہیں ہوگی کہ میرا تعاقب جاری رکھ سکے اور ہنڈا والوں کو بھی اندازہ نہیں ہو سکا ہوگا کہ اب میری کار کہاں ہے۔''

ڈی ایس پی دانش کی ہلکی سی ہنسی سنائی دی۔ ''اب تو مجھے بھی معلوم نہیں سر کہ آپ کی کار کہاں ہے۔''

جواباً دانیال خفیف سا مسکرایا اور بولا۔ ''بس! تھینک یو مائی ڈیئر ڈی ایس پی... اب آپ سے کل ملاقات ہوگی۔''

اس نے ڈی ایس پی کی کوئی بات سنے بغیر رابطہ منقطع کیا اور ڈرائیور کو ہدایت دینے لگا کہ اب کہاں جانا ہے۔

تعاقب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے گولی سے ٹائر برسٹ کرنے کے علاوہ کوئی ایسا سیدھا سادہ طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا تھا جس سے سڑک پر کوئی سنسنی نہ پھیلے لیکن دانیال نے اس طرح کالا سانپ کو باور کرایا تھا کہ اس کا مقابل اس سے زیادہ ہوشیار ہے۔ ایک اعتبار سے اس طرح کالا سانپ کو مرعوب کیا گیا تھا۔

''اب رفتار کچھ کم کرو۔'' دانیال نے کچھ دیر بعد گھڑی دیکھ کر کہا۔ کار کی رفتار کم کر دی گئی۔

دانیال نے موبائل پر شرجیل سے رابطہ کیا۔ ''ہاں

شرجیل؟''

دوسری طرف سے اطمینان بخش جواب ملا۔ ''وہ گھر پر ہی ہے بھائی جان۔''

''گڈ۔'' دانیال نے کہا اور رابطہ منقطع کر کے ڈرائیور سے بولا۔ ''وہ جو دائیں ہاتھ پر ایک درخت نظر آرہا ہے، اس کے قریب کی گلی کے بالکل سامنے کار روکو۔''

''جی سر۔''

کار کی رفتار کم ہونے لگی۔

دانیال بولا۔ ''کار رکتے ہی میں تیزی سے اتر جاؤں گا۔ میرے اترتے ہی تم کار کچھ آگے بڑھا کر کسی جگہ روک دینا۔''

''جی سر۔''

دانیال نے پھر اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اسے وقت کا بالکل صحیح صحیح اندازہ لگانا تھا جو اس نے لگا لیا تھا۔ کار رکتے رکتے اس نے دروازہ تھوڑا سا کھول لیا تھا۔ کار بالکل رکتے ہی وہ دروازہ پوری طرح کھول کر اترا اور تیزی سے گلی میں داخل ہو گیا۔ اس کی ہدایت کے مطابق کار فوراً آگے بڑھ گئی۔

دانیال نے چند قدم آگے بڑھائے تھے کہ سارا علاقہ تاریکی میں ڈوب گیا۔ لوڈشیڈنگ شروع ہو چکی تھی۔ دانیال نے زیادہ تیزی سے قدم بڑھائے۔

پانچ چھ سیکنڈ بعد ہی وہ ایک بنگلے کے پھاٹک پر لگے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبا چکا تھا۔ پھر اس نے اردگرد نظر دوڑائی۔ کچھ فاصلے پر دو افراد مخالف سمت میں جا رہے تھے۔ خاصا آگے ایک کار ایک بنگلے کے پھاٹک میں داخل ہو رہی تھی۔

دس سیکنڈ تک کوئی جواب نہیں ملا تو دانیال نے مضطربانہ انداز میں دوسری مرتبہ بٹن دبایا۔ وہ چاہتا تھا کہ آس پاس کے گھروں میں تھوڑی بہت روشنی ہونے سے پہلے جواب مل جائے۔

پانچ ہی سیکنڈ بعد اس نے پھر بٹن دبا دیا۔ اس مرتبہ اسے انتظار نہیں کرنا پڑا۔ انٹرکام کے اسپیکر سے آواز آئی۔ ''کون؟''

''اگر تم پندرہ سال پہلے کے واقعات نہیں بھولی ہو نرگس تو تمہیں کالج کا دانیال ضرور یاد ہوگا۔'' دانیال نے فوراً جواب دیا۔ ''میں وہی دانیال ہوں۔''

دوسری طرف سے ایسی آواز آئی جیسے طویل سانس لی گئی ہو پھر کہا گیا۔ ''اچھا! میں آتی ہوں۔'' پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

مطلوبہ کتاب

لندن میں ایک خاتون نے ایک کتاب فروش سے کوئی ایسی کتاب ڈھونڈنے کو کہا جس میں مٹاپا کم کرنے کے طریقے اور دوائیں درج ہوں۔ کچھ عرصے بعد وہ خاتون اسی دکان میں گئیں تو کتب فروش خوش ہو کر کہنے لگا۔ ''یہ لیجیے آپ کی مطلوبہ کتاب مگر آپ تو پہلے سے خاصی دبلی نظر آرہی ہیں؟''

''جی ہاں...'' خاتون بولیں۔ ''میرے شوہر گم ہو گئے ہیں اور میں اسی پریشانی میں دبلی ہو گئی ہوں۔''

''اوہ۔'' دکان دار نے فکرمند لہجے میں کہا۔

''آپ نے پولیس کو بھی اطلاع دی کہ نہیں؟''

''جی نہیں! میں چاہتی ہوں، تھوڑی سی اور دبلی ہو جاؤں پھر پولیس کو اطلاع دوں۔''

(مرسلہ: تنزیل احمد۔ کراچی)

دانیال حیرت زدہ رہ گیا۔ نرگس کا جواب ایسا تھا جیسے وہ دانیال کی منتظر ہی تھی۔

اب گلی کے بہت سے گھروں میں ہلکی ہلکی روشنی ہونا شروع ہو چکی تھی۔

ایک کار تیزی سے آرہی تھی۔ دانیال اس کی روشنی میں نہا گیا۔ اس نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کار میں بیٹھا ہوا یا بیٹھے ہوئے لوگ اس کا چہرہ دیکھ سکیں۔

کار گزر گئی۔ جس طرف وہ گئی تھی، اسی طرف سے تین اشخاص ٹہلتے ہوئے آتے دکھائی دیے تو دانیال نے پھر اپنا رخ بدلا۔ اب گھروں میں اتنی روشنی ہو چکی تھی کہ قریب آجانے پر وہ تینوں دانیال کا چہرہ صاف طور پر دیکھ سکتے تھے۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ قریب آجاتے، دانیال نے ایسی آواز سنی جیسے اندر سے پھاٹک کا ذیلی دروازہ کھولا جا رہا ہو۔ یقیناً نرگس نے پھاٹک تک آنے میں عجلت برتی تھی۔ غالباً وہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ لوگ دانیال کو دیکھ سکیں۔

ذیلی دروازہ کھول کر نرگس اس طرح ایک طرف ہٹ گئی جیسے چاہتی ہو کہ دانیال فوراً اندر داخل ہو جائے اور دانیال نے کیا بھی یہی۔ نرگس نے فوراً ذیلی دروازہ بند کیا۔

آس پاس کے گھروں میں اب اتنی روشنی ہو چکی تھی کہ نرگس کے گھر کے چھوٹے سے احاطے میں زیادہ تاریکی

نہیں رہی تھی۔

''آؤ۔'' نرگس نے کہا اور قدم بڑھائے۔

دانیال کی حیرت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ نرگس کا ردِعمل اس کے لیے نہایت غیر متوقع تھا۔

گھر میں داخل ہوتے وقت نرگس نے ٹارچ روشن کرلی اور جب دانیال بھی اندر پہنچ گیا تو نرگس نے دروازہ بند کردیا۔ وہ ٹارچ ہی کی روشنی میں دانیال کو اپنی خواب گاہ میں لے گئی جہاں روشنی تھی۔

نرگس نے ٹارچ بجھا کر ہلکی سے مسکراہٹ کے ساتھ دانیال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم پندرہ سال بعد ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ معلوم نہیں تم کیا محسوس کررہے ہو مگر لیکن میرے جسم میں اس وقت سے سنسناہٹ پھیلی ہوئی ہے جب سے میں نے انٹرکام پر تمہاری آواز سنی ہے۔''

''لیکن تمہارے جواب سے، تمہارے انداز سے تو یوں ظاہر ہوا جیسے اس وقت تم میری منتظر ہی تھیں؟''

''نہیں، اس وقت تو منتظر نہیں تھی لیکن یہ خیال ذہن میں تھا کہ تم کسی نہ کسی وقت، کہیں نہ کہیں مجھ سے ملو گے ضرور۔''

''اگر تمہیں یہ خیال تھا تو میری سمجھ میں نہیں آئے گا کہ تمہیں یہ خیال کیوں تھا؟''

''آؤ بیٹھو۔'' نرگس نے ایک گوشے میں لگے ہوئے صوفوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا پھر بولی۔ ''تم قریب ہی کے ایک گھر میں آکر ٹھہرے ہو، بس اتفاق ہے کہ ان دو تین دنوں میں ہمارا آمنا سامنا نہیں ہوا لیکن آج مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ تم کس گھر میں آکر ٹھہرے ہو۔''

اب دانیال حیرت کے بھنور سے نکل آیا تھا اور اس کا دماغ تیزی سے کام کرنے لگا تھا۔ نرگس ایک صوفے پر بیٹھ چکی تھی اور اس نے دانیال کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے سامنے کے صوفے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

''اور کیا کیا معلوم ہوا ہے تمہیں میرے بارے میں؟'' دانیال نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں نرگس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

وہ بولی۔ ''جب میں تمہارے اس سوال کا جواب دوں گی تو تم بھی بہت کچھ سمجھ جاؤ گے۔ مجھے معلوم ہوچکا ہے کہ تم سپرنٹنڈنٹ پولیس بن چکے ہو اور تمہارا یہاں تبادلہ خاص طور پر ایک نوگوایریا کے سبب سے ہوا ہے۔''

''بلائنڈ ماسٹر نے بتایا ہے تمہیں یہ سب کچھ؟'' دانیال بولا۔

''میں نے ابھی کہا تھا نا، تم بھی بہت کچھ سمجھ جاؤ گے۔ تم نے میری اس وقت کی تصویریں دیکھی ہوں گی جب میں نوگوایریا میں داخل ہوئی تھی۔ تم نے دھڑ سے بلائنڈ ماسٹر کا نام لے لیا لیکن مجھے اس پر بھی اس لیے حیرت نہیں کہ تم ایس پی ہو۔ کچھ تو سراغ لگا ہی چکے ہوگے۔''

دانیال نے ایک طویل سانس لی پھر کہا۔ ''تمہاری تصویر دیکھ کر کچھ عجیب سی کیفیت ہوئی تھی میری۔ کاش تمہاری وہ تصویر نوگوایریا کے علاوہ کسی جگہ کی ہوتی۔''

''میں اندازہ لگا سکتی ہوں تمہاری اس کیفیت کا۔'' اس مرتبہ نرگس کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔ ''موبائل فون سے کھینچی ہوئی تمہاری تصویر بھی دیکھی تھی میں نے... اس وقت میری بھی کچھ عجیب سی کیفیت ہوئی تھی دانیال! آج میں سارا دن ماضی کی یادوں میں ڈوبی رہی ہوں... اور تمہیں کھو کر میں پچھتائی تو ساری زندگی ہوں۔'' نرگس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

دانیال اس کی طرف تکتا رہ گیا۔ نرگس ایک ٹشو لے کر اپنی آنکھیں خشک کرنے لگی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات تو غم ناک ہو ہی چکے تھے۔ اپنی آنکھیں خشک کر کے وہ دانیال کی طرف دیکھتے ہوئے پھیکے سے انداز میں مسکرائی اور بولی۔ ''تمہیں کھو دینا میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔''

دانیال نے کچھ رک کر پوچھا۔ ''ارشد کا انتقال کب ہوا تھا؟''

''انتقال؟'' نرگس کا انداز چونکا ہوا سا تھا۔ ''انتقال تو نہیں ہوا اس کا۔''

''لیکن یہاں رہنے والے تو یہی کہتے ہیں اور پھر تمہارے نام کے ساتھ بھی ارشد کا نام نہیں ہے۔ پھاٹک پر نیم پلیٹ نرگس زماں کی ہے۔''

''اس سے غلط نتیجہ اخذ کیا ہے تم نے۔'' نرگس ایک طویل سانس لے کر بولی۔ ''ہاں، یہ تو صحیح ہے کہ یہاں رہنے والے مجھے بیوہ ہی سمجھتے ہیں اور انہیں سمجھنا بھی چاہیے کیونکہ میں نے یہی ظاہر کیا تھا لیکن تم سے میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ ارشد زندہ ہے۔ دراصل اس کا پورا نام ارشدالزماں ہے۔''

دانیال کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔

نرگس بولتی رہی۔ ''کراچی میں اس کے جاننے والے زماں ہی کے نام سے جانتے ہیں۔ سب ہی اسے زماں صاحب کہتے ہیں۔ اس کی ٹیکسٹائل مل کا نام بھی زماں

ٹیکسٹائل مل ہے۔''

''اگر وہ زندہ ہے تو تم یہاں اکیلی کیوں رہتی ہو؟''

''صرف اتنا ہی پوچھو گے؟'' نرگس پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ ''یہاں کے لوگوں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ کوئی شخص چوری چھپے مجھ سے ملنے آتا ہے اور اس کی وجہ سے مجھے یہاں ایک آوارہ عورت سمجھا جاتا ہے۔''

''بتایا ہے۔'' دانیال نے آہستہ سے کہا۔ ''لیکن وہ ارشدالزماں ہی...''

''ہاں۔'' نرگس نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے دانیال کی بات کاٹی۔ ''وہ زماں ہی ہے جو اس طرح یہاں آتا ہے۔''

''مگر کیوں؟ اس طرح کیوں؟''

''تاکہ یہ علم کسی کو نہ ہو کہ وہی اس طرح مجھ سے ملنے آتا ہے۔ اس طرح بات پھیل سکتی ہے۔ زماں کی بیوی کو بھی معلوم ہوسکتا ہے۔ بیوی سے زماں کے باپ کو بھی معلوم ہو جائے گا۔''

دانیال اس کا منہ تکتا رہا۔

نرگس بولی۔ ''بات تمہاری سمجھ میں شاید اس وقت نہیں آئے گی جب تک میں تمہیں یہ نہ بتادوں کہ میرے یہ پندرہ سال کس طرح گزرے ہیں اور کیوں اس طرح گزرے ہیں۔''

نرگس نے وضاحت سے بیان کیا کہ دانیال سے محبت کے باوجود اس کے دل میں یہ خواہش بڑی شدید تھی کہ اس کے پاس دولت ہو اور وہ ٹھاٹ باٹ سے زندگی گزار سکے۔ اسی لیے جب ارشدالزماں اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ صرف اس کی دولت کی وجہ سے اس کی طرف جھکتی چلی گئی۔ ان دونوں کے تعلقات بہت بڑھ گئے۔ کیونکہ نرگس کا تعلق ایک سید گھرانے سے تھا اس لیے وہ جانتی تھی کہ اس کے گھر والے اس کی شادی کسی ایسے لڑکے سے کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے جس کا تعلق سید گھرانے سے نہ ہو۔ اور ارشدالزماں سید گھرانے سے نہیں تھا۔ اپنی اس پریشانی کا اظہار اس نے ارشدالزماں سے بھی کردیا اور پھر اس کے اکسانے پر وہ اپنے گھر والوں کو بتائے بغیر ارشدالزماں کے ساتھ کراچی آگئی۔ ارشدالزماں نے اس سے کہا تھا کہ جب وہ فون پر اپنے گھر والوں کو بتائے گی کہ اس نے اپنی خواہش کے مطابق شادی کرلی ہے تو اس کے گھر والوں کے لیے پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ صبر کرلیں اور زیادہ بدنامی سے بچنے کے لیے اس سے واپس گھر آنے کے

ریس

''بڑا قیمتی فون ہے... کہاں سے لیا؟'' ایک شخص نے اپنے دوست سے پوچھا۔

''ریس میں جیتا ہے۔''

''ویری گڈ... کتنے آدمی تھے ریس میں؟''

''تین!'' اس نے اطمینان سے کہا۔ ''مگر میں جیت گیا۔''

''وہ بالکل ہی لولو ہوں گے؟''

''بہت پھرتیلے تھے۔ میں سب سے آگے تھا، میرے پیچھے پولیس والا لگا ہوا تھا۔ سب سے پیچھے وہ آدمی چلاتا ہوا آرہا تھا جس کے ہاتھ سے میں نے یہ فون چھینا تھا۔''

مریض

ڈاکٹر اسپتال سے گھر آیا۔ بیوی نے محبت سے چائے پیش کی اور وہ ٹانگیں پسار کر ٹیلی وژن کے سامنے جم گیا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ آج تمہارے نکھے دوستوں کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔'' بیوی نے خوش ہو کر کہا۔ ''کافی دنوں کے بعد آج ہمیں مل بیٹھنے کا موقع ملا ہے۔''

ڈاکٹر کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے اسکرین پر نظر ڈالی اور بیوی سے کہا۔ ''ذرا دیکھو رضا کیا کررہا ہے؟''

بیوی اپنے شوہر کے ان حربوں سے واقف تھی۔ وہیں جمی رہی۔

ڈاکٹر نے فون ریسیو کیا تو دوسری طرف سے کہا گیا۔

''یار! کیا کررہے ہو؟''

''ٹی وی دیکھ رہا ہوں۔''

''پوکر کھیلنے کا موڈ ہورہا ہے۔ ہم تینوں ٹھنڈے تھیٹر میں بیٹھے ہیں۔ اسپتال جونیئر دیکھ رہے ہیں... آسکتے ہو تو آجاؤ، چار کا کورم پورا ہوتے ہی کھیل شروع ہوجائے گا۔''

''بس ابھی آیا۔'' ڈاکٹر نے فون بند کیا اور اپنا بیگ اٹھالیا۔

''کہاں چلے؟'' بیوی نے ترشی سے پوچھا۔

''مریض کو دیکھنا ہے۔'' ڈاکٹر نے خشک لہجے میں کہا۔

''کیا اس کی حالت زیادہ خراب ہے؟''

''اس سے زیادہ اور کیا خراب ہوگی کہ آپریشن تھیٹر میں تین ڈاکٹر پہنچ چکے ہیں اور میرا انتظار ہورہا ہے۔'' اس نے یہ کہا اور تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔

کراچی سے جاوید کاظمی کے حربے

لیے کہیں مگر جب نرگس نے فون پر اپنے باپ کو یہ اطلاع دی تو وہ غصے سے اس پر برس پڑے اور انہوں نے کہا کہ اب وہ زندگی بھر اس کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔

''اس کے بعد وہ بیمار پڑ گئے تھے۔'' دانیال بول پڑا۔ ''انہیں بہت صدمہ پہنچا تھا۔ بیماری بھی اتنی تیزی سے بڑھی کہ بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا اور ان کے انتقال کے صدمے سے تمہاری والدہ کا ہارٹ فیل ہو گیا۔''

''سب معلوم ہو گیا تھا مجھے۔'' نرگس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''والد سے بات کرنے کے بعد موبائل فون پر ہی میرا رابطہ اپنی بڑی بہن سے رہا تھا۔ وہ مجھ سے خفگی کا اظہار بھی کرتی رہتی تھیں اور مجھے حالات بھی بتاتی رہتی تھیں لیکن والدہ کے انتقال کے باعث وہ مجھ سے اتنی ناراض ہوئیں کہ انہوں نے بھی مجھ سے اپنا ناتا ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے اپنا موبائل نمبر بھی تبدیل کر لیا تھا کہ میں بھی ان سے رابطے کی کوشش نہ کر سکوں۔''

''ارشدالزماں پر اس کا کیا ردِعمل ہوا؟''

''بس وہ میری ڈھارس بندھاتا رہا۔''

''تم سے شادی تو کر لی ہو گی اس نے؟''

''نہیں۔'' نرگس کے لہجے میں تلخی آ گئی۔ ''اس نے مجھ سے شادی کی ہی نہیں۔ آج بھی میں اس کی داشتہ کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہوں۔''

دانیال کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کی آواز نہیں نکلی۔

''جب میں اس کے ساتھ کراچی آئی تھی۔'' نرگس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ ''اسی وقت مجھے احساس ہو چکا تھا کہ میں ماں بننے والی ہوں۔ کالج ہی کے زمانے میں ہم تنہائی میں ملنے لگے تھے۔ والد سے بات کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ اب ہم شادی کر لیں مگر اس نے جواب دیا کہ وہ واپس لاہور جا کر اپنے والدین سے بات کرے گا اور پھر میں دھوم دھام سے شادی کے بعد اس کے گھر جاؤں گی۔ اس نے ڈیفنس میں مجھے ایک بنگلا دلا دیا تھا۔ پندرہ بیس دن بعد واپس آ کر اس نے مجھ سے کہا کہ ابھی وہ اپنے والدین کو منانے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے لیکن وہ ہمت نہیں ہارے گا۔ ایک ہفتہ میرے ساتھ گزار کر وہ پھر لاہور چلا گیا۔ واپس آیا تو پھر وہی بہانہ کہ اس نے ہمت نہیں ہاری ہے۔ وہ مجھے اسی طرح ٹالتا رہا یہاں تک میں امان کی ماں بن گئی۔ امان میرے بیٹے کا نام ہے دانیال... اب اس کی عمر چودہ سال سے کچھ زیادہ ہے۔''

''اس نے تم سے شادی کیوں نہیں کی؟''

''اسے صرف اپنی خواہشات سے غرض ہے۔'' نرگس کا لہجہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔ ''لیکن مجھ سے شادی نہ کرنے کی صرف یہی ایک وجہ نہیں ہے۔ دراصل اس کی شادی اس کی چچازاد بہن سے ہوئی تھی۔ وہ اچھے مزاج کی لڑکی نہیں تھی اور آج بھی اتنی تند خو ہے کہ اگر اسے میری اور ارشدالزماں کی شادی کا علم ہو جائے تو وہ اس سے طلاق لینے یا خلع لینے میں دیر نہیں لگائے گی۔ ارشدالزماں کو یہ خوف ہے کہ ایسی صورت میں اس کا باپ اس سے ناراض ہو کر اس سے وہ سب کچھ چھین لے گا جو اس نے اسے دے رکھا ہے۔ ارشدالزماں قلاش ہو جائے گا۔'' نرگس نے ٹھنڈی سانس لی پھر کہا۔ ''مجھے یہ سب کچھ اس نے اس وقت بتایا تھا جب میں امان کی ماں بن چکی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا، میں کسی پر ظاہر نہ کروں کہ میری شادی نہیں ہوئی ہے اور ٹھاٹ سے زندگی گزارتی رہوں۔ اس نے مجھے ایک قیمتی کار بھی دلا دی تھی۔ گھر میں ملازم بھی رکھوا دیے تھے۔ میں نے پندرہ سالوں میں چار گھر تبدیل کیے ہیں۔ یہ چوتھا گھر ہے جہاں تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ جانے کیوں یہاں میرا دل چاہا تھا کہ خود کو بیوہ مشہور کر دوں۔'' وہ پھر یکایک رکی اور غور سے دانیال کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تمہیں اس پر حیرت نہیں ہوئی کہ میں تمہیں یہ سب کچھ بتا رہی ہوں۔''

دانیال اب بھی خاموشی سے اس کا منہ تکتا رہا۔

''میں بتاتی ہوں کہ میں نے تم پر یہ سب کچھ کیوں ظاہر کیا۔'' نرگس خود ہی بولی۔ ''آج میں دن بھر سوچتی رہی تھی اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ تمہیں یہ سب کچھ تو بتا ہی دوں گی۔ یہ سب کچھ میرے دل پر ایک بوجھ تھا، پندرہ سال کا بوجھ... میں کسی اپنے کے سامنے دل کا یہ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی۔ یقیناً تم شادی کر چکے ہو گے لیکن میرا اندازہ ہے کہ تمہارے دل میں میری محبت اب بھی ہو گی۔ تم مجھے بھول نہیں سکے ہو گے۔ تم نے مجھے اتنی ہی شدت سے چاہا تھا۔ اسی لیے میں آج بھی تمہیں اپنا سمجھتی ہوں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ آج کے بعد... یہ سب کچھ جاننے کے بعد تم مجھ سے نفرت کرنے لگو کہ میں وہ نرگس نہیں جسے تم نے پندرہ سال پہلے آخری بار دیکھا تھا۔ اب میں وہ نہیں بلکہ داشتہ ہوں کسی کی... طوائف ہوں ایک۔''

''نرگس۔'' دانیال ایک دم صوفے سے اٹھا۔ اس کے لہجے میں شدید کرب تھا۔ ''ایسے الفاظ اپنی زبان پر مت لاؤ۔'' اس کی آواز میں لرزش تھی اور وہ یہ کہتا ہوا کھڑکی کے پردوں کے قریب تک چلا گیا۔ اس کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے آنسو روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس کی محبت اس کے دل میں آج بھی زندہ تھی، اس نے پندرہ سال تک ایک اذیت ناک زندگی گزاری تھی۔

''دانیال!''

دانیال نے محسوس کیا کہ نرگس اس کے عقب میں بالکل قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بہت قلیل توقف سے بولی۔ ''مجھے خیال نہیں تھا کہ اب بھی تمہیں وہ الفاظ گراں گزر جائیں گے جو میں نے اپنے لیے کہے تھے۔''

''تم نے میری محبت کا بہت کم اندازہ لگایا نرگس۔'' دانیال کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔ ''تمہارا یہ یقین بالکل غلط ہے کہ میں نے شادی کر لی ہو گی۔ میں نے تو یہ سارا عرصہ تمہاری یادوں کے سائے میں گزارا ہے۔''

کمرے میں سکوت چھا گیا۔ نرگس فوراً کچھ نہیں بول سکی۔ وہ ہکا بکا رہ گئی ہو گی۔ اس کے سان گمان میں بھی نہیں آیا ہو گا کہ پندرہ سال تک دانیال اس کی محبت میں ڈوبا رہے گا اور شادی کرنے کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں آئے گا۔

''دانیال!'' کچھ وقفے کے بعد اس کی آواز ایسی تھی جیسے رو پڑی ہو۔

دانیال تیزی سے مڑا۔ نرگس کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپک چکے تھے۔ دانیال نے اپنے ہاتھ اس کے دونوں شانوں پر رکھ دیے اور شدید جذباتی لہجے میں بولا۔ ''تم میرے لیے آج بھی وہی ہو جو پندرہ سال پہلے تھیں۔ آج میں نے تم سے ملنے کا فیصلہ کیا تھا تو اس میں میری ایک غرض بھی تھی لیکن اب اس بارے میں بات کرنے سے پہلے میں تم سے کہوں گا کہ میں آ گیا ہوں تو اب تم ارشدالزماں کو دھتکار دو۔ اسے ہمیشہ کے لیے اپنے سے دور کر دو۔ میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تمہارا جسم پندرہ سال تک کسی اور کی آغوش میں رہا ہے۔ مجھے تمہارے جسم سے نہیں، تم سے محبت ہے نرگس۔''

نرگس روتی ہوئی اس کے سینے سے لگ گئی۔

دانیال پھر بولا۔ ''میری یہ باتیں کوئی سنے تو شاید انہیں کتابی باتیں قرار دے۔ افسانوی باتیں قرار دے... لیکن ایسی باتیں کرنے والے ناواقف ہوں گے کہ محبت کی روح کیا ہوتی ہے۔''

نرگس اس کے سینے سے لگی روتی رہی۔ دانیال محبت کے بارے میں بہت کچھ کہتا رہا۔ نرگس کی جذباتیت کا ابال کم ہونے میں کچھ وقت لگا پھر دانیال اسے سہارا دے کر بستر تک لے گیا۔ اسے لٹا کر دانیال نے اپنا ایک ہاتھ تکیے پر رکھ دیا اور نرگس کی بھیگی ہوئی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولا۔ ''اب تمہیں اپنے اذیت ناک پندرہ سال ہمیشہ کے لیے بھلا دینا ہے۔''

''خوش قسمت ہوں میں۔'' نرگس بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''بہت خوش قسمت کہ تم اب بھی مجھے اپنانے کے لیے تیار ہو لیکن... جو کچھ تم چاہتے ہو، وہ کچھ دن بعد ہو سکے گا۔''

''کیوں؟''

نرگس نے دانت پیسے۔ ''پہلے مجھے ارشدالزماں سے انتقام لینا ہے اپنا۔ میرے لیے اس کے دل میں محبت بھی نہیں رہی۔ صرف ہوس تھی اور ہوس ہی آج بھی ہے۔ میں اس کا حساب لوں گی اس سے۔''

''کیا مطلب؟'' دانیال کے لہجے میں حیرت تھی۔

نرگس یکایک وحشت زدہ سی نظر آنے لگی۔ اس نے دانیال کے چہرے سے نظر ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''امان کی پیدائش کے بعد ہی میرے دماغ میں یہ خیال پکنے لگا تھا کہ مجھے ارشدالزماں سے اپنی بربادی کا انتقام لینا چاہیے اور پھر میں نے انتقام لینے کا ایک انوکھا طریقہ بھی سوچ لیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ امان کی پرورش ایک خاص طریقے سے کروں گی اور جب وہ بڑا ہو جائے گا تو اسی کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کی گولیاں ارشدالزماں کا سارا جسم چھلنی کریں گی۔ اسی کا بیٹا اس سے میرا انتقام لے گا۔''

''پاگل پن کا یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔'' دانیال نے سخت لہجے میں کہا۔ ''کیا یہ نہیں سوچا تم نے کہ اس کے بعد امان کا کیا ہو گا؟ کیا وہ قانون کے شکنجے سے بچ سکے گا؟''

''نہ بچے۔'' نرگس کی وحشت زدگی قائم رہی۔ ''میں اپنا انتقام تو لے لوں گی۔''

دانیال نے اس کے دونوں شانے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالے۔ ''ہوش میں آؤ... اس طرح تم خود بھی نہیں بچ سکو گی قانون کی گرفت سے اور اب تمہیں پا لینے کے بعد میں تمہیں دوبارہ نہیں کھو سکتا۔''

شانے جھنجوڑنے سے نرگس اس طرح چونکی جیسے انتقام کے بارے میں بات کرتے ہوئے وہ اپنے ہوش میں نہیں رہی تھی۔

دانیال پھر بولا۔ ''اب تمہیں سب کچھ بھول کر میری

زندگی کا، میرے مستقبل کا ساتھی بننا ہے۔ میں اب تمہیں یہ سب کچھ نہیں کرنے دوں گا۔"

نرگس اس کا منہ تکنے لگی۔ اس کے ہونٹ لرزنے لگے، جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔۔ یک بارگی اس نے دانیال کے گلے میں ہاتھ ڈال کر اٹھنے کی کوشش کی۔ دانیال نے اسے سنبھالا۔

"بس اب رونہیں۔" وہ بولا۔

لیکن نرگس اس سے لپٹ کر پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"خود کو سنبھالو۔" دانیال نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "اس سے پہلے کہ لوڈ شیڈنگ کا وقت ختم ہو جائے، میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

کمرے میں وال کلاک تھا۔ دانیال کی نظر اس پر گئی تھی۔

☆☆☆

دوسرے دن ڈی ایس پی دانش نے تیسرے پہر کو دانیال کا استقبال کیا۔

"سر!" وہ بولا۔ "آج آپ کہیں بہت مصروف۔۔۔"

دانیال نے فوراً اس کی بات کاٹی۔ "اگر آپ کوئی خاص بات بتانا چاہتے ہیں تو کمرے میں بیٹھ کر ہی بتایئے گا۔"

دراصل وہ نہیں چاہتا تھا کہ آس پاس موجود کوئی پولیس والا کوئی خاص بات سنے۔ اس نے کمرے میں پہنچنے کے بعد ڈی ایس پی کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے اور خود بھی بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں، اب بتایئے۔"

"میں نے دو مخبروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ چاند اسٹور پر نظر رکھیں اور اگر گزدر دکان میں جاتا نظر آئے تو کچھ خریدنے کے بہانے دکان کے قریب جا کر دیکھا جائے کہ وہاں گزدر کیا کر رہا ہے۔ آٹھ بجے اسٹور بند ہو جاتا ہے لیکن ساڑھے آٹھ بجے گزدر وہاں پہنچا۔ دکان میں پڑے ہوئے تالوں کی چابیاں اس کے پاس بھی تھیں۔ وہ دکان کھول کر اندر گیا اور اندر سے ہی شٹر بند کر لیا۔ پھر وہ کوئی پون گھنٹے بعد شٹر کھول کر باہر آیا اور تالے لگا کر چلا گیا۔"

"گڈ۔" دانیال نے اس طرح سر ہلایا جیسے وہ اس رپورٹ کو سن کر چونکا نہ ہو۔

ڈی ایس پی نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر بولا۔ "اور آج صبح کی رپورٹ یہ ہے کہ اسٹور کھلنے کے پندرہ منٹ بعد ہی گزدر وہاں پہنچا تھا اور دکان کے اندر چلا گیا تھا۔ مخبر کچھ سامان خریدنے کے بہانے دکان کے قریب گیا تو دکان میں اسے گزدر دکھائی نہیں دیا۔"

"سمجھ گیا۔ وہاں بھی کوئی سرنگ ہے۔" دانیال مسکرایا۔

"سرنگ؟ کیا مطلب سر؟ آپ کا مطلب ہے کہ۔۔۔"

"اس کے علاوہ کوئی رپورٹ؟" دانیال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سوال کیا پھر بولا۔ "میں نے گلی نمبر سات کے سامنے والے کسی بنگلے کے بارے میں کچھ کہا تھا آپ سے؟"

"جی ہاں، بندوبست ہو گیا ہے۔ گلی کے بالکل سامنے والے بنگلے میں تو ایک ایسی فیملی ہے جو ان جرائم پیشہ افراد سے بہت زیادہ خوف زدہ ہے۔ انہیں ڈر ہے کہ پولیس سے تعاون کے نتیجے میں انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑ سکتا ہے۔ بہت ہی ڈرپوک یا محتاط ہے وہ ڈاکٹر، اس لیے۔۔۔"

"ڈاکٹر؟" دانیال نے بات کاٹی۔

"جی ہاں، ڈاکٹر فیض۔" ڈی ایس پی نے جواب دیا۔ "خاصا ضعیف بھی ہے وہ۔۔۔ اوپر کی منزل پر رہتا ہے۔ نیچے گراؤنڈ فلور پر اس کا کلینک ہے اور وہ بھی چھوٹے سے حصے میں۔ باقی حصہ خالی ہی ہوگا۔ لیکن خیر۔۔۔ میں نے اس پر دباؤ نہیں ڈالا۔ اس کے برابر والے بنگلے کے مالک سے بات کر کے مسئلہ طے ہو گیا۔ وہ کاغذ کا بیوپاری ہے۔ سوئڈن سے کاغذ امپورٹ کرتا ہے۔ گراؤنڈ فلور کو اس نے گودام بنا رکھا ہے۔ رہتا وہ بھی اوپر کی منزل پر ہے اور اکیلا رہتا ہے۔ شاید کوئی ملازم وغیرہ ہو۔ اس کی فیملی حیدرآباد میں رہتی ہے۔ وہاں آتا جاتا رہتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہاں میں نے دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگا دی ہے۔ آٹھ آٹھ گھنٹے سے ڈیوٹی بدلتی رہے گی۔"

"نام کیا ہے اس امپورٹر کا؟"

"واجد علی۔"

"نگرانی کس جگہ سے کی جائے گی؟"

"برآمدے میں تین دروازے ہیں۔ سامنے اور دائیں بائیں۔ اس نے دائیں جانب کا کمرا ہمیں دے دیا ہے۔ کاغذ کے رم وہاں بھی بھرے ہوئے ہیں لیکن اتنی جگہ ہے کہ وہاں ہمارا ایک آدمی آرام کر سکتا ہے۔"

"آرام کر سکتا ہے؟ کیا مطلب؟ نگرانی کون کرے گا؟"

تنہائی

"نگرانی اس کمرے کی کھڑکی سے تو نہیں کی جا سکتی۔ احاطے کی دیوار کے قریب سیڑھی پر چڑھ کر نگرانی کرنا ہوگی۔ سیڑھی بھی واجد علی نے خود مہیا کی ہے۔ آہنی سیڑھی ہے۔ اس پر بیٹھ کر نگرانی کرنا ہوگی۔ اور ایک ایک گھنٹے کے بعد ڈیوٹی بدلتی رہے گی۔"

"ایک گھنٹے بعد۔" دانیال سوچتے ہوئے بولا۔ "یعنی ہر گھنٹے بعد نگرانی میں تھوڑا سا وقفہ آئے گا۔ ظاہر ہے کہ ایک اترے گا تو دوسرا چڑھے گا۔ نگرانی ہر گھنٹے بعد پندرہ سولہ سیکنڈ کے لیے تو رکے گی۔"

"جی ہاں، اتنا وقفہ تو آئے گا۔"

"اس وقفے میں بھی کچھ ہو سکتا ہے جو ظاہر ہے کہ نظر میں نہیں آ سکے گا۔"

"یہ تو ہے سر۔۔۔ یہ چانس تو ہمیں لینا پڑے گا یا پھر اگر کچھ اور ہو سکتا ہے تو آپ فرمائیں۔"

اسی وقت ایک کانسٹیبل نے اندر آ کر دانیال سے کہا کہ آئی جی نے ہیڈ کوارٹر سے کسی اے ایس آئی کے ہاتھ کوئی لفافہ بھجوایا ہے۔

دانیال نے اے ایس آئی کو فوراً بلوایا۔ اس نے اندر آ کر سیلیوٹ کیا اور دانیال کی طرف ایک لفافہ بڑھایا۔ دانیال نے لفافہ لے کر اے ایس آئی کو رخصت کیا اور لفافہ چاک کیا۔

ڈی ایس پی دانش خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ کوئی فوٹوگراف تھا جو لفافے سے نکلا تھا۔ دانیال کی نظریں چند لمحوں کے لیے فوٹوگراف پر جم کر رہ گئیں۔ پھر اس نے فوٹوگراف میز پر اوندھا رکھا اور نظریں جھکائے کچھ سوچنے لگا۔

"کیا آیا ہے سر؟" ڈی ایس پی دانش بے چینی سے پوچھ بیٹھا۔

دانیال نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس نے تیزی سے پوچھا۔ "ہماری نفری مکمل ہے اس وقت؟"

"جی ہاں۔" ڈی ایس پی نے جواب دیا۔ "ایس آئی، اے ایس آئی، کانسٹیبل، سب ہیں جن کی اس وقت ڈیوٹی ہوتی ہے۔"

"اس کے باوجود ریڈ کرنے کے لیے یہ نفری کم ہے اس لیے دوسرے تھانوں سے بھی منگوانا پڑے گی۔"

ڈی ایس پی چونکا۔ "ریڈ کرنا ہے؟"

"ہاں۔ کالا سانپ کو گرفتار کرنا ہے۔"

"وہ ہاتھ نہیں لگ سکتا سر۔۔۔ ریڈ کے وقت ہی علاقے سے غائب ہو جاتا ہے۔ کئی مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے۔"

"آپ یہاں تو سب کو الرٹ کریں۔" دانیال نے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فونز میں سے ایک کا ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں دوسرے تھانوں سے نفری منگواتا ہوں۔ آپ سب کو احاطے میں جمع کیجیے۔ میں انہیں آپریشن کی ہدایات دینے کے بعد جسے مناسب سمجھوں گا، اسے یہاں چھوڑ دیا جائے گا۔"

ڈی ایس پی کے چہرے پر حیرت کا تاثر تھا لیکن وہ اور کوئی سوال کرنے کی ہمت نہیں کر سکا اور تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔

پانچ منٹ کے اندر اندر پولیس اسٹیشن کا ہر فرد احاطے میں تھا۔

دانیال جب باہر آیا تو سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ لوگ۔" دانیال نے قدرے بلند آواز میں کہا۔ "میری طرف منہ کر کے ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔"

فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ ڈی ایس پی دانش بھی قطار میں جانا چاہتا تھا لیکن دانیال نے اسے روک لیا۔ "آپ نہیں۔" پھر اس نے باقی لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ سب اپنے اپنے موبائل اپنی جیبوں سے نکالیں اور یہاں لا کر رکھ دیں۔" اس نے قریب میں ایک جانب اشارہ کیا۔

جلد ہی سب موبائل ایک جگہ ڈھیر ہو گئے۔

دانیال نے ایک سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ سارے موبائل آپ میرے کمرے میں

پہنچا ئیں۔'' پھر وہ ڈی ایس پی سے بولا۔'' آپ ان سب لوگوں کو اپنے کمرے میں لے جائیں۔''

ڈی ایس پی نے ان سب کو اشارہ کیا۔ جلد ہی وہ سب ڈی ایس پی کے ساتھ اس کے کمرے میں جمع تھے۔ چہروں سے الجھن مترشح تھی۔ جلد ہی وہ سب انسپکٹر بھی آ گیا جو موبائل دانیال کے کمرے میں چھوڑنے گیا تھا۔

خاصی دیر بعد ڈی ایس پی دانش کے موبائل پر دانیال کی کال آئی۔

''دو موبائل نمبر لکھیے۔'' دانیال نے اس سے کہا۔

ڈی ایس پی نے اس کے بتائے ہوئے نمبر لکھے۔ ایک نمبر لکھتے ہوئے اس نے ایک کانسٹیبل کی طرف اور دوسرا نمبر لکھتے وقت ایک اور کانسٹیبل کی طرف دیکھا۔ اس کے علم میں تھا کہ وہ موبائل نمبرز ان دونوں کانسٹیبلوں کے تھے۔

پھر دانیال کی ہدایت کے مطابق وہ ان دونوں کانسٹیبلوں کو لے کر دانیال کے کمرے میں پہنچا۔ دونوں کانسٹیبلوں کے چہرے کچھ عجیب سے ہو گئے۔ ان میں سے ایک کا نام ابراہیم اور دوسرے کا نام مختار تھا۔

دانیال کے ہاتھ میں دو موبائل تھے۔ باقی موبائل میز پر رکھے ہوئے تھے۔

''تو تم دونوں ہو۔'' دانیال نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے سرسری لہجے میں کہا۔ غصے کے باوجود وہ سخت لہجے میں بہت کم بات کرتا تھا۔

ان دونوں کی نظریں جھک گئیں۔

دانیال نے ڈی ایس پی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جب آپ ان سب لوگوں کو احاطے میں جمع کر رہے تھے، اس پانچ چھ منٹ کے دوران میں ان دونوں کے علاوہ کسی نے بھی اپنا موبائل استعمال نہیں کیا تھا۔ انہوں نے ایک ہی نمبر پر کالز کی تھیں اور وہ نمبر کالا سانپ کا ہے۔''

ڈی ایس پی چونکا اور دونوں کانسٹیبلوں کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

''کالا سانپ کو ان سے اطلاع مل جاتی ہو گی کہ ریڈ کیا جانے والا ہے۔'' دانیال پھر بولا۔ ''ظاہر ہے کہ پھر وہ اپنے علاقے سے غائب تو ہو گا۔''

''میں ان دونوں کو...'' ڈی ایس پی کا لہجہ بے حد غصیلا تھا۔

دانیال نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا اور دونوں کانسٹیبلوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اب تم دونوں پھر کالا سانپ کو فون کرو گے اور اسے اطلاع دو گے کہ ریڈ کا پروگرام اچانک کسی وجہ سے کل رات تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے۔''

''معاف کر دیجیے صاحب۔'' مختار گڑگڑایا۔

''غلطی ہو گئی صاحب۔'' ابراہیم تو جیسے رونے لگا۔

دانیال بولا۔ ''فون کرتے وقت موبائل کے اسپیکر کھلے رکھنا۔ میں دوسری طرف سے آنے والی آواز بھی سننا چاہتا ہوں۔''

ان دونوں کو اپنے اپنے موبائل سے کالز کرنا ہی پڑیں۔ مختار کی بات سن کر کالا سانپ نے اسے ایک موٹی سی گالی دی تھی۔ اس کا کچھ اسی قسم کا ردِعمل ابراہیم کی کال پر بھی ہوا تھا۔

دانیال نے ڈی ایس پی سے کہا۔ ''ان دونوں کے سلسلے میں جو کچھ کرنا ہے، وہ تو کرنا ہی ہو گا۔ فی الحال آپ ان دونوں کو لے جا کر حوالات میں ڈالیے اور میرے پاس آئیے... کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔ اور ہاں... سب انسپکٹر سے کہہ دیجیے گا کہ وہ آ کر باقی لوگوں کے موبائل لے جائے اور ایک اے ایس آئی کو بھی حوالات میں ان دونوں کے سر پر مسلط کر دیجیے گا۔''

ڈی ایس پی نے ان دونوں کو ایک ایک تھپڑ لگایا اور کمرے سے لے گیا۔ جب وہ دونوں کو حوالات میں چھوڑ کر اور ایک اے ایس آئی کو ہدایات کے ساتھ ان دونوں کے سر پر مسلط کر کے واپس آیا تو دانیال موبائل پر کسی سے اپنی گفتگو ختم کر رہا تھا۔ ڈی ایس پی صرف ایک جملہ سن سکا جس کے بعد دانیال نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس ایک جملے سے ڈی ایس پی صرف اتنا سمجھ سکا کہ بات بکتر بند گاڑیوں کی تھی۔

''بیٹھیے۔'' دانیال نے اس سے کہا۔ ''آج رات سارا کھیل ختم کرنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت بھی میری مدد کر رہی ہے ورنہ شاید اتنی جلدی یہ سب کچھ نہ ہو پاتا۔ ابھی مجھے فرحان، صدیق اور جاوید کو بھی فون کر کے ہدایات دینی ہیں۔''

ڈی ایس پی فرحان، ڈی ایس پی صدیق اور ڈی ایس پی جاوید بھی دانیال کے ماتحت تھے اور اس کے علاقے کے مختلف پولیس اسٹیشنز پر بیٹھتے تھے۔

''آج ہی رات؟'' ڈی ایس پی دانش کچھ حیرت سے بولا۔

''ہاں۔'' دانیال نے کہا اور پھر لفافے سے فوٹوگراف نکال کر ڈی ایس پی کی طرف بڑھا دیا۔

''بلائنڈ ماسٹر۔'' ڈی ایس پی فوٹوگراف دیکھتے ہی چونکا۔ پھر تیزی سے بولا۔ ''جب اس کے سر کی قیمت رکھی گئی تھی تو میں نے اخبارات میں بھی اس کی تصویر دیکھی تھی۔''

''ابھی آپ کو سارا پروگرام بتاتا ہوں۔ پہلے ذرا فرحان، صدیق اور جاوید کو ہدایات دے دوں۔'' دانیال نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔

ڈی ایس پی نے فوٹوگراف کی طرف دیکھتے ہوئے شاید اس کے بارے میں کچھ کہنا چاہا لیکن دانیال کو نمبر ڈائل کرتے دیکھ کر خاموش رہ گیا۔

☆☆☆

رات کے دو بجے تھے جب علاقے کی ساری فضا خوف ناک دھماکوں سے لرزنے لگی۔ ہر طرف شعلے لپکتے نظر آنے لگے۔ گولیاں کھا کر زخمی ہونے یا مرنے والوں کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ کئی پولیس موبائلوں پر لگے ہوئے اسپیکرز سے اعلان کیا جا رہا تھا کہ مقامی لوگ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔

کالا سانپ کے علاقے پر ڈی ایس پی جاوید کی کمان میں ... ریڈ کیا گیا تھا۔ اس علاقے کے لیے اس کا انتخاب دانیال نے اس لیے کیا تھا کہ پہلے تین ناکام ریڈ بھی ڈی ایس پی جاوید ہی کی کمان میں کیے گئے تھے۔ وہ اس علاقے سے بڑی حد تک واقف ہو چکا تھا۔

اس آپریشن میں سب انسپکٹرز اور اسسٹنٹ سب انسپکٹرز بھی شامل تھے جو سپاہیوں کے ساتھ بکتر بند گاڑیوں کی آڑ سے فائرنگ کرتے ہوئے بکتر بند گاڑیوں کے ساتھ ہی آگے بڑھ رہے تھے۔

یہ آپریشن سابقہ آپریشنز سے قطعی مختلف تھا۔ پولیس ہر طرف پھیل کر فائرنگ نہیں کر رہی تھی۔ دونوں بکتر بند گاڑیاں ایک ہی جانب بڑھتی چلی جا رہی تھیں جن میں سے ایک میں ڈی ایس پی فرحان موجود تھا۔

فرحان کے ایک ہاتھ میں موبائل اور دوسرے ہاتھ میں واکی ٹاکی تھی۔ واکی ٹاکی پر وہ اپنے ساتھ آنے والی پولیس کے دو سب انسپکٹروں سے رابطے میں تھا جبکہ موبائل پر اسے قادر سے رابطے میں رہنا تھا جس سے اسے گزدر کے بارے میں رپورٹ ملتی رہتی کہ وہ کس وقت کہاں ہے۔

مقابلہ کیونکہ دھواں دھار ہو رہا تھا اس لیے امکان نہیں تھا کہ گزدر کسی ایک ہی جگہ رکا رہتا لیکن قادر کو ہر ممکن کوشش کرنا تھی کہ وہ گزدر کی پوزیشن سے آگاہ رہے اور فرحان کو بھی باخبر رکھے۔

دانیال سے ملاقات میں تو قادر کی شکایت کالا سانپ ہی سے تھی لیکن ہمدرد تو وہ بلائنڈ ماسٹر کا بھی نہیں تھا۔ دانیال نے اس سے فون پر ہی بات کی تھی اور وہ دل و جان سے دانیال کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

فرحان کو کوشش کرنا تھی کہ گزدر کسی طرح اس کے ہاتھ لگ جائے لیکن ایسا نہ ہونے کی صورت میں بھی اسے چاندا اسٹور تک پہنچنا تھا۔ دانیال کے خیال کے مطابق وہاں سے کسی سرنگ کا خفیہ راستہ مل سکتا تھا۔

نرگس کیونکہ جوجی کے ذریعے ایک سرنگ کے راستے بلائنڈ ماسٹر تک پہنچی تھی، اس لیے دانیال کو بڑی حد تک یقین تھا کہ چاندا اسٹور کی طرف سے کوئی دوسری سرنگ ہو گی جسے بلائنڈ ماسٹر تک پہنچنے کے لیے گزدر استعمال کرتا ہو گا۔

علاقے میں دوسری جانب سے پیش قدمی کرنے والے ڈی ایس پی صدیق کو اس ورک شاپ تک پہنچنا تھا جہاں سے نرگس، جوجی کے ساتھ ایک سرنگ میں گئی تھی۔ نرگس نے اس بارے میں دانیال کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ اسے اپنے جرائم پیشہ بھائی سے نہ محبت تھی، نہ ہمدردی۔ وہ اسے صرف امان کو تربیت دینے کے لیے استعمال کرنا چاہتی تھی لیکن دانیال نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ارشد سے انتقام لینے کے لیے اس کا طریقہ کار اسے اور امان کو بھی قانون کے شکنجے میں پہنچا دے گا۔

نرگس کو بھی یہ اندازہ شروع ہی سے ہو گا جس کے لیے وہ ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھی لیکن بدلے ہوئے حالات نے اس کا ذہن بھی تبدیل کر دیا تھا۔ پندرہ سال تک پچھتانے کے بعد اس کے لیے ایسے حالات بن گئے تھے کہ دانیال دوبارہ اس کی زندگی میں آ سکتا تھا۔

آپریشن کے دوران میں جس طرح فرحان کو قادر سے رابطہ رکھنا تھا، اسی طرح صدیق علاقے کے دوسرے مخبروں سے رابطے میں تھا جنہیں جوجی پر نظر رکھنے کی ذمے داری سونپی گئی تھی۔

جوجی اور گزدر کے ہاتھ نہ لگنے کی صورت میں سرنگ کے خفیہ راستے کھولنے میں فرحان اور صدیق کو مشکل پیش آ سکتی تھی لیکن انہیں ہر صورت میں ان منازل تک پہنچنا تھا جو دانیال نے ان دونوں کے لیے متعین کی تھیں۔ چاندا اسٹور اور ورک شاپ۔

خود ایس پی دانیال اور ڈی ایس پی دانش کہاں تھے، اس کا علم فرحان اور صدیق کو نہیں تھا۔ دونوں کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ کسی تیسری جانب سے علاقے میں داخل ہوئے ہوں گے۔ ایس پی دانیال سے ان دونوں کا رابطہ

اس طرح قائم تھا کہ وہ صورتِ حال کی رپورٹ ایس ایم ایس کے ذریعے دانیال کو دے رہے تھے اور ایس ایم ایس ہی کے ذریعے انہیں دانیال کی ہدایات مل رہی تھیں۔

پولیس کے پیچھے اس وقت ایمبولینسیں بھی حرکت میں آچکی تھیں، جب انہیں زخمی ہونے اور مرنے والوں کے بارے میں اطلاعات ملی تھیں۔

''سر!'' ڈی ایس پی فرحان کو واکی ٹاکی پر سب انسپکٹر کی رپورٹ ملی۔ ''ہمارے تین اہلکار زخمی ہوچکے ہیں سر لیکن ہمارے دشمن کو خاصا جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔''

دوسری طرف صدیق کو اپنے چار اہلکاروں کے زخمی ہونے اور ایک کے مرنے کی اطلاع ملی تھی۔

پھر اس اطلاع نے فرحان اور صدیق، دونوں ہی کو دھچکا پہنچایا جب انہیں وقفے وقفے سے یہ اطلاعات ملیں کہ پولیس سے مقابلہ کرتے ہوئے جوجی اور گزدر دونوں ہی ہلاک ہوگئے تھے۔

فرحان کی بکتر بند اس وقت چاند اسٹور کے قریب پہنچ چکی تھی۔

فائرنگ کے شور سے تو ایک قیامت برپا تھی ہی کہ پے در پے تین بہت خوف ناک دھماکے ہوئے۔ پولیس پر گرینیڈ برسائے گئے تھے جن سے زیادہ سپاہیوں کی ہلاکت یقینی امر تھی۔ ایک گرینیڈ فرحان کے ساتھ آنے والی بکتر بند گاڑی پر پڑا تھا۔

اس وقت دونوں گاڑیاں چاند اسٹور کے سامنے پہنچ کر رک چکی تھیں۔ یہاں پہنچنے کے لیے فرحان نے اس علاقے کا وہ نقشہ استعمال کیا تھا جو اسے دانیال سے ملا تھا۔

گولیاں برسا کر چاند اسٹور کے تالے توڑ دیے گئے۔ دونوں بکتر بند گاڑیاں اس طرح کھڑی کی گئی تھیں کہ اسٹور کا تالا توڑنے والے سپاہی کسی طرف سے آنے والی گولی کا شکار نہ ہوسکیں۔

تالے ٹوٹ جانے کے بعد دکان کا شٹر کھولنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ پولیس اسٹور میں داخل ہوگئی۔ ان میں ایس پی فرحان بھی تھا۔ شٹر دوبارہ گرا کر اسٹور کی اندرونی لائٹس جلالی گئیں۔

دیواروں کو ٹھوک بجا کر دیکھا گیا لیکن کہیں شبہ نہیں ہو سکا کہ دوسری طرف خلا ہوگا۔ فرش بھی ٹھوس معلوم ہوا۔

''یہ کارٹن ہٹاؤ۔'' فرحان نے ایک طرف اشارہ کیا۔

ایک جگہ تین بڑے بڑے کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ انہیں ہٹانے پر ایک چوڑا سلیب نظر آیا جس میں ایک کنڈا بھی لگا ہوا تھا۔ اس کنڈے کو پکڑ کر زور لگایا گیا تو وہ کنڈے ہی کی جانب سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔

گہرائی میں زینے نیچے جاتے نظر آئے۔

پولیس کے اس آپریشن سے بلائنڈ ماسٹر بھی بے خبر نہیں رہا تھا۔

اس کے سامنے بہت سے موبائل رکھے ہوئے تھے۔ کبھی وہ ایک موبائل اٹھا کر اپنے کسی آدمی کو ہدایات دیتا اور کبھی دوسرا موبائل اٹھا کر ہدایات جاری کرتا۔ اپنے آدمیوں سے صورتِ حال کی اطلاعات اسے بھی برابر مل رہی تھیں۔ ابتدا میں وہ زیادہ پریشان نظر نہیں آیا تھا لیکن جوجی اور گزدر کی ہلاکت کی اطلاع نے اسے بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا۔ وہ بکتر بند گاڑیوں کو راکٹوں کا نشانہ بنوا دیتا لیکن راکٹ اور راکٹ لانچر کسی خفیہ مقام پر چھپائے گئے تھے، اس مقام کا علم جوجی اور گزدر کے علاوہ اس کے کسی آدمی کو نہ تھا۔

پھر اسے یہ نہایت تشویش ناک اطلاعات بھی ملیں کہ دو بکتر بند گاڑیاں چاند اسٹور پر جارکی تھیں اور دو گاڑیاں ورک شاپ کا پھاٹک توڑتی ہوئی اندر داخل ہوگئی تھیں۔

بلائنڈ ماسٹر کے منہ سے غراہٹ کی آواز نکلی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پولیس ان دونوں سرنگوں کا سراغ لگا چکی تھی۔ چاند اسٹور کی طرف سے راستہ تلاش کرنے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوسکتی تھی۔ دوسری سرنگ کا میکنزم سمجھنا پولیس کے لیے مشکل ثابت نہیں ہوتا لیکن بلائنڈ ماسٹر پولیس کی موجودگی کے باعث اس راستے سے بھی فرار نہیں ہوسکتا تھا۔

علاقے میں دھماکوں نے جو قیامت برپا کر رکھی تھی، اس کی بہت مدھم آوازیں بلائنڈ ماسٹر کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں مگر ان مدھم آوازوں ہی سے امان کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ بلائنڈ ماسٹر کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے انکل؟'' وہ بار بار پوچھ رہا تھا۔

اسی طرح بلائنڈ ماسٹر بھی ہر بار ایک ہی جواب دیتا تھا۔ ''گھبرا نہیں میرے بچے! سب ٹھیک ہوجائے گا۔''

اور اب بلائنڈ ماسٹر اس طرح اپنی پیشانی رگڑ رہا تھا جیسے کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہو۔

''بس اب مقابلہ کرنا بیکار ہے۔'' آخر اس نے ایک موبائل پر اپنے کسی آدمی سے کہا۔ ''سب تک یہ پیغام پہنچا دو کہ راہِ فرار اختیار کی جائے۔ میں کل کسی وقت تم لوگوں سے رابطہ کروں گا۔''

پھر اس نے تیزی سے اٹھ کر ایک الماری سے

کلاشنکوف نکال کر اپنے شانے سے لٹکائی لیکن پھر نہ جانے کیا خیال آیا کہ کلاشنکوف اتار کر واپس رکھی اور اپنی جیب تھپتھپائی جس میں آٹومیٹک ریوالور موجود تھا۔

اسے کھڑا ہوتا دیکھ کر امان بھی کھڑا ہوچکا تھا۔

''آؤ۔'' بلائنڈ ماسٹر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے ایک جانب قدم بڑھائے۔ اب اسے فرار ہونے کے لیے تیسرا راستہ اختیار کرنا تھا جس کا علم جوجی اور گزدر کو بھی نہیں تھا۔

امان کے ساتھ وہ تیزی سے زینے اترا ہی تھا کہ ایک آواز آئی۔ ''اس وقت کہاں جارہے ہیں واجد صاحب۔''

یہ آواز اس کانسٹیبل کی تھی جو احاطے کی دیوار کے ساتھ ایک گھوڑی پر بیٹھا ہوا تھا۔

''تم اپنے کام سے کام رکھو۔'' بلائنڈ ماسٹر نے کوشش کی تھی کہ اس کی آواز سے کسی قسم کی پریشانی ظاہر نہ ہو۔ وہ پھاٹک کھولنے کے لیے بڑھا تھا۔ امان سے اس نے اپنی کار کے قریب رکنے کے لیے کہا تھا۔

برآمدے میں اتنی تاریکی تھی کہ بلائنڈ ماسٹر کا چہرہ دکھائی نہیں دے سکتا تھا۔

''آپ کا ملازم کہاں ہے؟'' کانسٹیبل پھر بولا۔ ''اور یہ بچہ...''

''تمہیں میرے معاملات سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔'' اس مرتبہ بلائنڈ ماسٹر کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

علاقے میں ہونے والے دھماکوں کی آوازیں وہاں صاف آرہی تھیں۔

''اس وقت باہر نکلنے سے آپ بھی خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔'' کانسٹیبل نے سیڑھی سے اترتے ہوئے کہا۔

بلائنڈ ماسٹر تیزی سے پھاٹک کھول کر کار کی طرف لوٹا تھا۔

''میں اپنا تعارف کرا دوں۔'' کانسٹیبل پھر بولا۔ ''میں ایس پی دانیال ہوں۔''

بلائنڈ ماسٹر کار کا دروازہ کھولتے کھولتے چونک کر اتنی تیزی سے مڑا تھا کہ جیسے اس کے عقب میں دھماکا ہوگیا ہو۔

اسی وقت کسی نے پیچھے سے قینچی ڈال کر بلائنڈ ماسٹر کو بے بس کرنے کی کوشش کی۔ وہ ڈی ایس پی دانش تھا جو دانیال ہی کی طرح کانسٹیبل کی وردی میں تھا۔

''انکل...'' امان گھبرا کر چیخا۔

دانیال تیزی سے بلائنڈ ماسٹر کی طرف بڑھا تھا۔ اسی وقت بلائنڈ ماسٹر نے اپنا سر بڑی تیزی سے پیچھے کرتے ہوئے ڈی ایس پی کی پیشانی پر ایک زوردار ٹکر ماری اور اپنی دونوں ٹانگیں اوپر کرتے ہوئے دانیال کے سینے پر لاتیں ماردیں۔

یہ دانیال کے لیے اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ جھٹکا کھا کر پیچھے کی طرف زمین پر گرا۔ بلائنڈ ماسٹر، ڈی ایس پی دانش کے شکنجے سے بھی نکل چکا تھا۔ اس نے تیزی سے ریوالور نکال کر دانیال پر کئی گولیاں برسادیں۔ دانیال نے خود کو تیزی سے بچانے کی کوشش کی تھی پھر بھی اس کا ایک بازو زخمی ہوگیا۔

ڈی ایس پی دانش نے بلائنڈ ماسٹر کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کر دیا اور ریوالور کی باقی گولیاں ہوا میں چلی گئیں۔

اسی وقت ایک موبائل تیزی سے پھاٹک کے سامنے آکر رکی۔ وہ کچھ ہی فاصلے پر موجود رہی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے سب انسپکٹر کو پہلے ہی ہدایت دی جاچکی تھی کہ اسے موبائل کس وقت پھاٹک پر لانا ہے۔

بلائنڈ ماسٹر ڈی ایس پی دانش سے لپٹ پڑا تھا۔ لیکن اسے ان کانسٹیبلوں نے جکڑ لیا جو کود کر موبائل سے اترے تھے۔ فوراً ہی بلائنڈ ماسٹر کو ہتھکڑیاں لگادی گئیں۔

امان کار سے چپکا پلکیں جھپکائے بغیر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ بلائنڈ ماسٹر کی گرفتاری اتنی جلدی ممکن نہ ہوتی اگر دانیال کو قادر سے چاند اسٹور اور گزدر کا علم نہ ہوتا اور نرگس اسے اس سرنگ کے بارے میں نہ بتاتی جس میں وہ جوجی کے ساتھ گئی تھی۔

ان دونوں باتوں کے علاوہ سب سے اہم وہ [...] فوٹوگراف تھا جو اس دن سہ پہر کو دانیال نے ڈی ایس پی دانش کو دکھایا تھا۔

بلائنڈ ماسٹر کی عادت تھی کہ وہ کبھی کبھی اس بنگلے کی ایک کھڑکی میں کھڑا ہو کر اپنے سامنے پھیلے ہوئے اس علاقے کا جائزہ لیا کرتا تھا جہاں اس نے اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اسے یہ علم تو ہوچکا تھا کہ گلیوں پر پولیس نے کیمرے لگادیے تھے لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کیمرے کی زد پر گلی میں داخل ہونے والے ہی نہیں بلکہ اس کا بنگلا بھی پہلی منزل تک نظر آتا تھا۔

گلی میں داخل ہوتے وقت نرگس کی جو تصویریں بنی تھیں، اس وقت بلائنڈ ماسٹر بھی بنگلے کی کھڑکی میں کھڑا ہوا تھا۔ ان تصویروں میں اس کا چہرہ نمایاں نہیں تھا۔ دانیال نے بھی یہ سوچ کر نظر انداز کر دیا تھا کہ وہ اس بنگلے میں رہنے والا کوئی شخص ہوگا لیکن جب اسے نرگس سے سرنگ کے بارے میں معلوم ہوا تو اسے خیال آیا کہ وہ سرنگ سڑک پار کے کسی بنگلے تک گئی ہو۔ اسے یہ بھی خیال آیا کہ شاید وہ وہی بنگلا ہو جو نرگس کی تصویر میں نظر آرہا تھا اور اسی بنگلے کی کھڑکی

میں کوئی شخص بھی کھڑا تھا۔

یہ شبہ ہوجانے کے بعد ہی اس نے ہیڈکوارٹر جا کر... آئی جی کے ذریعے ڈارک روم کو ہدایت کروائی تھی کہ کھڑکی میں نظر آنے والے شخص کا چہرہ بڑا کر کے فوٹوگراف بنایا جائے۔ اتنا بڑا ہونے کی وجہ سے فوٹوگراف میں وہ چہرہ پھٹا پھٹا سا آیا تھا، پھر بھی اسے بلائنڈ ماسٹر کی حیثیت سے شناخت کیا جاسکتا تھا۔ ڈی ایس پی دانش نے اسے فوراً پہچان بھی لیا تھا۔

اب ایک صورت یہ ہوسکتی تھی کہ براہِ راست اس بنگلے پر ہی چڑھائی کردی جاتی لیکن اس میں اندیشہ یہ تھا کہ اگر بلائنڈ ماسٹر کو ذرا سا بھی شبہ ہوجاتا تو وہ ان سرنگوں میں سے کسی راستے سے فرار ہوسکتا تھا۔ اسی اندیشے کے تحت دانیال کو بڑا آپریشن کرنا پڑا تھا۔ پولیس جب سرنگوں تک پہنچتی تو بلائنڈ ماسٹر بنگلے کے پھاٹک... ہی سے فرار ہونے کی کوشش کرتا لہٰذا دانیال نے ڈی ایس پی دانش کے ساتھ ان کانسٹیبلوں کی جگہ سنبھال لی تھی جنہیں گلی نمبر سات کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔

☆☆☆

ڈھائی بجے رات سے ٹی وی چینلز نے اس آپریشن کی ''بریکنگ نیوز'' دی تھی اور یہ سلسلہ آپریشن ختم ہونے کے بعد بھی جاری رہا تھا۔ یہ خبر بھی نشر کی گئی تھی کہ بلائنڈ ماسٹر کے علاوہ کالا سانپ کی گرفتاری بھی عمل میں آگئی تھی۔ اس آپریشن میں پولیس کے سات اہلکار ہلاک اور بائیس زخمی ہوئے تھے۔ کالا سانپ اور بلائنڈ ماسٹر کے سینتالیس آدمی ہلاک اور پچاسی زخمی ہوئے تھے جن میں سے سات کی حالت بہت نازک تھی۔ زخمیوں اور لاشوں کو اسپتال پہنچایا جاچکا تھا۔

رات گئے دانیال نے فون پر نرگس کو بتا دیا تھا کہ اب وہ آپریشن کرنے جارہا ہے اس لیے وہ ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ خبریں سنتی رہی تھی اور کیمرے جو کچھ دکھاتے رہے تھے، دیکھتی رہی تھی۔

خبروں میں بلائنڈ ماسٹر کے ساتھ ایک بچے کا ذکر بھی آیا جسے اس ہنگامہ خیزی میں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا تھا۔

اس آپریشن کے مناظر دیکھنے کے ساتھ نرگس یہ کوشش بھی کرتی رہی تھی کہ موبائل پر دانیال سے رابطہ قائم ہوجائے لیکن ہر مرتبہ دانیال کا موبائل بند ہی ملا تھا۔

صبح ہوتے ہوتے اس براہِ راست آپریشن کی نشریات ختم ہوگئیں۔ نرگس بے چینی سے ٹہلتی رہی۔ پھر موبائل کی گھنٹی بجنے پر اس نے جلدی سے موبائل اٹھایا۔

اسے یقین تھا کہ دانیال کی کال ہوگی لیکن اسکرین پر ارشدالزماں کا نام دیکھ کر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

''ہیلو!'' اس نے کال ریسیو کی۔ اس کی آواز پتھرائی ہوئی سی تھی۔

''ابھی خبریں سنی ہیں میں نے ٹی وی پر۔'' آواز آئی۔ ''معلوم ہوا ہے کہ ایک تو گو ایریا میں آدھی رات سے پولیس کا آپریشن جاری تھا۔ دونوں گروہوں کے سرغنہ گرفتار کرلیے گئے ہیں۔''

''میں سب کچھ دیکھتی رہی ہوں۔''

''ایس پی دانیال کا نام سنا ہے میں نے۔'' ارشدالزماں بولا۔ ''یہ وہی دانیال تو نہیں جو...''

''وہی دانیال ہے۔'' نرگس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''وہی دانیال جسے کھو کر میں زندگی بھر پچھتاتی رہی ہوں۔''

''پچھتاتی رہی ہو؟ کیا مطلب؟''

''اب پالیا ہے میں نے اسے۔ بہتر ہوگا کہ تم اب میری طرف رخ نہ کرنا۔ جان ہی گئے ہو کہ اب وہ ایس پی ہے۔ میں تمہیں کوئی بھی الزام لگوا کر جیل میں سڑوا دوں گی۔''

''اچھا۔'' ارشدالزماں ہنسا۔ ''کیا مل چکی ہو اس سے؟''

''بہت جلد اس کی اور میری شادی ہوجائے گی۔''

''خوب۔'' ارشدالزماں تلخی سے ہنسا۔ ''کیا وہ میرے ناجائز بیٹے کا باپ بننے کے لیے تیار ہوگیا ہے؟''

''شٹ اپ۔'' نرگس چیخ پڑی اور پھر اس نے فوراً ہی رابطہ منقطع کردیا۔

ناشتا کیے بغیر وہ شدید غصے میں ٹہلتی رہی۔

آٹھ بجنے والے تھے جب انٹرکام کی گھنٹی بجی۔ نرگس نے تیزی سے انٹرکام کے قریب جا کر ریسیور کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے دانیال کی آواز آئی۔ نرگس فوراً ہی پلٹی۔ پھاٹک تک وہ تقریباً دوڑتی ہوئی گئی۔

باہر پولیس کی دو موبائلز کے بیچ میں دانیال کی بلٹ پروف کار کھڑی تھی۔ خود دانیال ڈھیلی ڈھالی ٹی شرٹ اور پتلون پہنے پھاٹک پر کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ امان بھی تھا۔

''آؤ۔'' نرگس نے کہنا چاہا لیکن خوشی سے اس کے ہونٹ کانپ کر رہ گئے۔ آواز نہیں نکلی۔

امان کے ساتھ دانیال اندر آگیا اور نرگس نے کچھ یوں محسوس کیا جیسے اس کی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار آگئی ہو۔